ٹی وی کے نقصانات اور
اس کے فوائد کا جائزہ
ام عبد الرب

اشاعت فحاشی کے متعلق وعید الٰہی

''جو لوگ مومنوں میں فحاشی (بے حیائی و بدکاری) پھیلانے کے خواہشمند ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (النور : ۱۹)

درج بالا آیت میں بدکاری کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کا باعث قرار دیا ہے جس سے بے حیائی کے بارے اسلام کے مزاج اور اللہ تعالیٰ کی منشا کا اندازہ ہوتا ہے کہ محض بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت عنداللہ اتنا بڑا جرم ہے تو جو لوگ رات دن ایک مسلمان معاشرے میں اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، فلموں، ڈراموں، ڈائجسٹوں، میگزینوں اور فحش سائن بورڈوں کے ذریعے فحاشی پھیلا اور گھر گھر پہنچا رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنے بڑے مجرم ہوں گے؟ ان اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کیونکر ''اشاعت فحاشی'' کے جرم سے بری الذمہ قرار پائیں گے؟ اسی طرح اپنے گھروں میں ٹی وی لا کر سجانے والے اشاعت فحاشی کے مجرم کیوں نہ ہوں گے؟ جس سے آئندہ نسلوں میں بے حیائی پھیل رہی ہے۔

کاش! مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لیے مقدور بھر سعی کریں۔

دارالاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور، پاکستان
Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com

ٹی وی کے نقصانات

عرض ناشر

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ : اَمَّا بَعْدُ !))

ارشادِ ربانی ہے:

''اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ اللہ جانتا ہے (مگر) تم نہیں جانتے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''میرے عزت وجلال والے رب نے مجھے آلاتِ موسیقی اور باجے گانے توڑنے کا حکم دیا ہے۔''

یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ صلیبی جنگوں کے بعد کفار نے میدان جنگ کی بجائے ایک اور محاذ کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے فکری محاذ؟ میدان مقتل میں عبرتناک شکست کے بعد اسلام دشمنوں کی زیادہ تر آماجگاہ یہی محاذ قرار پا چکا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا پرنٹ اور بالخصوص الیکٹرونک میڈیا اس فعلِ شنیع کے لیے کفار کا مؤثر آلہ ثابت ہو رہا ہے، انھی میں سے ایک ٹی وی ہے۔ ٹی وی نے، جس کے لیے عام طور پر نرم گوشہ رکھا جاتا ہے اور کچھ بزعم خود دانشور اس کی حمایت میں دلائل تراشتے نہیں تھکتے، فروغ بے حیائی اور نیلام عزت و ناموس کے لیے کسی بھی زہرناک تحریک سے کم نہیں، یہی ہے وہ کہ جس کے سبب غیرت کا جنازہ نکلا، عزتیں نیلام ہوئیں، اخلاق قصۂ پارینہ بنے، تہذیب وثقافت پہ کفار کی چھاپ

لگی، بچوں کے اخلاق تباہ اور بچیاں بے راہ ہوئیں۔ قصہ کوتاہ! چادر اور چار دیواری کی محفوظ و مامون پناہ گاہ میں اسی آلۂ شیطان کے نقب کے باعث آج گھر جہنم زار بن چکے، اسلام کا صاف، کشادہ اور سنہری ماحول کفار کے غلاظت سے لتھڑے، بے رنگ اور بدترین ماحول کا نمونہ بن چکا۔ یہ زہر اتنا میٹھا اور اس قدر غیر محسوس تھا کہ بہت سے لوگوں کو ایمان کی جمع پونجی لٹنے کا احساس تک نہ ہوا اور اگر ہوا تو بتدریج جاتا رہا، افسوس!.... ع

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

زیر نظر کتابچہ ''ٹی وی کے نقصانات'' میں نہایت دلسوزی سے ایسے ہی لاتعداد نقصانات کا جائزہ لیا گیا ہے اور ٹی وی کے بظاہر دلفریب اور معلومات افزا پردۂ سیمیں کے پس پردہ نہایت تلخ اور بے حد زہریلے حقائق کی دردمندانہ اسلوب میں نقاب کشائی کی گئی ہے۔

محترم اعجاز احمد تنویر نے تخریج، تہذیب اور آصف رشید نے کمپوزنگ کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ امید ہے مائل بہ اصلاح احباب کے لیے مفید ثابت ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اخوکم فی اللہ

محمد سیف اللہ خالد

مدیر "دار الاندلس"

٥ ربیع الاول ١٤٢٧ھ

بمطابق ٤ ابریل ٢٠٠٦ ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹی وی کے نقصانات

ٹی وی کا ہمارے معاشرے پر بہت اثر ہے۔ ہمارے میڈیا میں جتنی اثر انداز ہونے والی چیزیں ہیں، ان میں سب سے زیادہ وسیع دائرہ کار ٹی وی کا ہے۔ یوں تو اخبارات، ڈائجسٹ اور گلیوں بازاروں میں لگے فلمی اشتہارات، سینما، وی سی آر، ڈش انٹینا، موویز، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ بھی بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں لیکن ان میں سے ٹی وی سب سے زیادہ موثر اس طرح ہے کہ اخبارات ورسائل تو کوئی پڑھے گا تو وہ اثر انداز ہوں گے، ان کو پڑھنے کے لیے محنت چاہیے یا اشتہارات کوئی دیکھے گا تو وہ اثر دکھائیں گے ان سے نظریں ہٹائی جا سکتی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے لیے تردد چاہیے، ارادہ اور نیت چاہیے لیکن کان مسلسل سنتے ہیں سکرین سے آنکھیں ہٹا بھی دیں تب بھی اس کی آواز تو کانوں میں پڑتی رہے گی، اس کے لیے نہ تو کوئی خاص محنت چاہیے اور نہ کسی خاص ارادہ اور نیت کی ضرورت ہے۔

دوسری وجہ ٹی وی کے زیادہ موثر ہونے کی یہ ہے کہ اخبارات ورسائل، ڈائجسٹ، ڈش اور وی سی آر وغیرہ تو ہر کسی کی اپروچ (Approch) میں نہیں لیکن ٹیلی ویژن تو گھر گھر پہنچانا ہماری حکومت اور کمرشل اداروں کا عزم ہے۔ ٹیلی ویژن کو آج بالکل ایسے ہی بنیادی ضرورت سمجھ لیا گیا ہے جیسے دیہات کے ہر گھر میں لالٹین ضروری ہوتی تھی۔ آج شہروں میں، دیہاتوں میں، الغرض ہر گھر میں ٹی وی موجود ہے کیونکہ یہ ہر ایک کو بسہولت میسر ہے

اس لیے یہ ہم پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

ٹی وی کے حق میں بہت سے دلائل دیے جاتے ہیں، بہت سارے فوائد گنوائے جاتے ہیں حالانکہ فائدہ تو شاید ہی کوئی ہو لیکن نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ ہمیں سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارے معاشرے پر اس کے اثرات کیا ہیں؟ سب سے پہلے ہم اسے صحت کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

طبی نقصانات

آنکھوں پر اثر:

آنکھ کے اندر ایک پردہ ہوتا ہے، جس کا نام ہے کارنیا۔ نظر جب بھی خراب ہوتی ہے تو اس کارنیا کے خراب ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دراصل کارنیا سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ جب روشنی زیادہ ہوتی ہے تو کارنیا فوراً سکڑ جاتا ہے تاکہ اتنی روشنی اندر جائے جتنی دماغ قبول کر سکتا ہے یا جتنی آنکھ کی باریک اور نازک رگیں گوارا کر سکتی ہیں۔ جب لائٹ چلی جاتی ہے تو فوری طور پر ہمیں نظر نہیں آتا، آہستہ آہستہ نظر آتا ہے۔ اگر کارنیا کو بار بار سکڑنے اور پھیلنے پر مجبور کیا جائے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے، اس کے مسلز (MUSCLES) کمزور ہو جاتے ہیں۔ جب اس کے سکڑنے اور پھیلنے کی صلاحیت کم ہو جائے تو نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ ٹیلی ویژن کی شعاعیں انسان کی نظر کو بڑا متاثر کرتی ہیں کیونکہ ٹی وی سے نکلنے والی شعاعیں یکدم کم اور یکدم زیادہ ہوتی رہتی ہیں اس لیے کارنیا ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے بار بار سکڑتا اور بار بار پھیلتا رہتا ہے۔ پہلے ٹی وی کی طرف لوگوں کا رجحان کم تھا، یہی وجہ ہے کہ آج سے بیس پچیس سال قبل بہت کم لوگ عینک لگائے نظر آتے تھے۔

ٹی وی نظر کی کمزوری کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے اور ٹی وی دیکھنے والا اس

عارضے سے بچ نہیں سکتا۔ آج کل رنگین ٹی وی میں جس طرح روشنی کی کمی بیشی آنکھوں کو متاثر کرتی ہے وہ بہت نقصان دہ ہے۔ تیزی سے بدلتے رنگ آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔ خصوصا آج کل بچوں کے لیے جو مستقل کارٹون پروگرام ہیں وہ تو آنکھوں کو جان بوجھ کر خراب کرنے والی بات ہے۔

سماعت پر اثر:

اسی طرح اس کا سماعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ جب تک ٹی وی لگا ہوا ہو کان مسلسل مصروف رہتے ہیں۔ کانوں کے مصروف ہونے کی وجہ سے دماغ مصروف ہوتا ہے جو اعصابی تناؤ کا سبب ہوتا ہے جیسے ایک مشین مسلسل استعمال سے جلد خراب ہو جاتی ہے ایسے ہی مسلسل شور سے ایک اور بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور وہ ہے ٹینشن یعنی ذہنی تناؤ۔ اسی طرح ٹی وی کی لہریں انسان کی جلد کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ اس سے شوگر اور بلڈ پریشر جیسے مہلک امراض جنم لیتے ہیں۔

دل پر اثر:

ٹی وی پروگراموں سے انسانی جسم پر شدید ہیجانی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کو میڈیکل کی اصطلاح میں (Stress Response) کہا جاتا ہے۔ خوف، غصہ اور جذبات کی شدت میں انسان کے جسم میں بہت سے ہارمونز پیدا ہوتے ہیں جو اگرچہ جسم کے ہر عضو اور خلیہ کو متاثر کرتے ہیں لیکن دل کے لیے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔

پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں جمع کیے جانے والے اعداد وشمار کے مطابق دل کے اٹیک سے آنے والے مریضوں کی عمریں تیس سے پچاس سال کے درمیان ہیں حالانکہ دل کا مرض عام طور پر بوڑھے لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ ان اعداد وشمار کا گہرائی میں جا کر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اتنی کم عمری میں دل کے دورے اس وجہ سے عام ہو گئے

ہیں کہ بچپن میں ہی اس مرض کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔اس سے پہلے ماں باپ اپنے بچوں کو روایتی اور فطری محبت وشفقت دینے کی بجائے ٹی وی کے حوالے کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل پر منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو بعد ازاں دل کے دورے کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

معاشرتی نقصانات

احساس کمتری:

اگر معاشرتی نقطہ نظر سے دیکھیں تو ٹیلی ویژن میں جو ڈرامے اور موویز دکھائی جاتی ہیں۔ ان میں معیار زندگی اتنا اعلیٰ ہوتا ہے، جو شاید ہمارے ملک کے پانچ فیصد عوام کو بھی میسر نہیں اور وہ باوجود کوشش کے بھی اس معیار کو حاصل نہیں کر سکتے۔جب معصوم اور ناپختہ ذہن اتنا شاندار معیار زندگی دیکھتے ہیں تو ان میں یہ خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ ایسا ہی پرتکلف گھر ہو، جو خوبصورت فرنیچر اور قالینوں سے آراستہ ہو، ایسی ہی کار اور لباس ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس احساس محرومی کے باعث معصوم ذہن کس قدر تناؤ اور کسمپرسی کا شکار ہوتے ہیں ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ کسی ذریعے سے اتنی دولت لائیں جوان کو ویسا ہی دلکش معیار زندگی مہیا کر سکے۔

طبقاتی تفاوت کی وجہ سے چوریاں اور ڈاکے:

ڈاکے اور چوریوں کے واقعات سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں۔ ان جرائم میں کون ملوث ہوتے ہیں؟ ایسے ہی نوجوان جن کے اپنے معیار زندگی اور میڈیا کے معیار زندگی میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے اور ماں باپ باوجود کوشش کے ان کو ٹی وی سے دکھایا جانے والا معیار زندگی مہیا نہیں کر سکتے۔ وہ ماں باپ سے الگ لڑ پڑتے ہیں کہ ہمیں یہ

کچھ ملنا چاہیے اور اپنے ذہن کو الگ پریشان کرتے ہیں۔ اللہ سے شکوہ کرتے ہیں کہ اس نے ہم پر ظلم کیا۔ پھر کمانے میں حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ ٹی وی نے ایسا شاندار معیار زندگی لوگوں کے سامنے پیش کیا جو ہمارے ہاں غالب اکثریت کو حلال طریقے سے مل ہی نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ:

1. حلال اور حرام کی تمیز ختم ہوگئی۔
2. اللہ سے شکوہ کیا جانے لگا۔
3. والدین سے لڑائی جھگڑا ہونے لگا۔
4. نوع بہ نوع نفسیاتی بیماریاں اس پر مستزاد ہیں۔

قوم کے ہیرو ذلیل ترین لوگ:

معاشرے میں ان ٹی وی اداکاروں، آرٹسٹوں اور گلوکاروں کو ہیرو کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے، ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کل یہ معاشرے کا نیچ اور حقیر طبقہ تھا آج یہ قوم کے ہیرو ہیں۔ کوئی کسی ایک کا پرستار ہے تو کوئی کسی دوسرے کا! حالانکہ پرستار کا ایک معنی پجاری ہے اور پرستش صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ ٹی وی میں کھیلنے والے کرکٹر بھی قوم کے ہیرو ہیں۔ سنا کرتے تھے ....؎

پڑھو گے لکھو گے تو بنو گے نواب
کھیلو گے کودو گے تو ہو گے خراب

آج یہی کھیل کود میں وقت برباد کرنے والے قوم کے آئیڈیل بن چکے ہیں اور یہی آگے جا کر قوم کے رہنما بنتے ہیں کیونکہ ٹی وی نے ان کو ہیرو بنا کر پیش کیا۔ غور کریں! ایک مسلم معاشرہ پرستار بنا ہوا ہے، کس کا؟ معاشرے کے ذلیل ترین طبقہ کا۔ پرستش کیا ہے؟ عبادت! لہٰذا پرستار، ہیروز کے عبادت گزار۔ اب ہوا یہ کہ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے نام

لیوا رات دن سڑکیں بلاک کیے، مسافروں، راہ گیروں، خواتین اور بچوں کو پریشان کرتے، کرکٹ کے بلے اٹھائے ہلڑ بازی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ ہے ٹی وی کا اثر۔

مرد و زن میں دوسرے کی مشابہت کا رجحان:

آج نوجوان لڑکیاں مردانہ لباس اور جینز پہنے نظر آتی ہیں۔ مغربی طرز کے بال بنانا وجہ تفاخر ہے۔ دوپٹے کا تصور ہی ختم ہوگیا ہے۔ جس نے جینز پہن لی ہے اس نے دوپٹا کیوں اوڑھنا ہے۔ آج سے کچھ سال پہلے بچیاں دوپٹے لیتی تھیں، زیبائش کے لیے ہی سہی، دوپٹے کا تصور تھا ضرور۔ آج ٹی وی کی تعلیم نے ہمارا لباس بدل دیا ہے۔ چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اور انداز گفتگو بدل دیا ہے۔ جب لوگوں نے انڈین فلمیں دیکھنا شروع کیں تو ہندی کے نئے نئے الفاظ سیکھنے اور بولنے شروع کر دیے۔ ساڑھی باندھنے کا اور ماتھے پر بندیا لگانے کا رواج ہوا۔ ساڑھی بھی وہ جس میں آدھا سینہ اور آدھی کمر ننگی پھر فٹ اس قدر کہ پہننے والے سے زیادہ دیکھنے والا شرمندہ ہو۔ نتیجہ معلوم؟ نبی اکرم ﷺ کی اس وعید کے مستحق ہوئے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ①

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''

ستم بالائے ستم نبی اکرم ﷺ کی یہ وعید بھی ایسے ہی لوگوں پر صادق آئی، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) ②

---

❶ سنن ابو داود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الاقبیة۔ حدیث صحیح ہے۔
صحیح ابو داود: ۳٤۰۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء و المتشبھات بالرجال: ٥٥٤٦۔

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی''

لڑکیاں جیسا ٹی وی میں دیکھتی ہیں ویسا پہنتی ہیں۔ لڑکوں جیسے بال، لڑکوں جیسے انداز جبکہ لڑکے لمبے بال رکھے ہوئے، پونیاں پہنی ہوئیں، کانوں میں بالیاں، گلے میں لاکٹ، ہاتھوں میں کڑے، انگلیوں میں چھلے، اب تو ہمارا نوجوان طبقہ انڈین اداکاروں کو کچھ نہیں سمجھتا، اب تو وہ ہالی وڈ کے اداکاروں اور اداکاراؤں کی نقالی کرتا ہے ....؂

افسوس صد افسوس کہ شاہین نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے عجائبات

ٹی وی نے کیا سکھایا؟ اللہ سے لعنت وصول کرنا اور مسلمان قوم سے اپنا نام خارج کرانا۔

غیر حقیقت پسندانہ رویہ:

ڈرامے دیکھ دیکھ کر بچے غیر حقیقی زندگی کی باتیں کرتے ہیں اور غیر حقیقی کام کر گزرتے ہیں کہ بعض اوقات جن کا نقصان ناقابل تلافی ہوتا ہے۔ ایک خبر کے مطابق بھارت میں چھ سالہ بچے نے اپنے چھوٹے بھائی کو جس کا رنگ ذرا کالا تھا چلتی ہوئی واشنگ مشین میں ڈال کر مار ڈالا۔ تفتیش کرنے پر کہنے لگا کہ ٹی وی میں اشتہار نہیں آتا کہ میلے اور کالے کپڑے مشین میں سفید اور اجلے ہو جاتے ہیں، اسی لیے ڈالا تھا۔

اسی طرح ایک اور خبر کے مطابق دس سالہ کم سن بچے نے چھوٹی سی بات پر باپ کا پسٹول اٹھایا اور بڑے بھائی پر فائر کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ اب بچہ یہی کہے کہ امی یہ زندہ ہو جائے گا۔ وہ فلاں اداکار اس ڈرامے میں پھانسی کی سزا پا گیا تھا اس کے بعد والے ڈرامے میں کام نہیں کر رہا تھا؟

یہ حقیقی زندگی سے دور کی باتیں اس معصوم ذہن میں ہم نے خود ہی ڈالی ہیں۔ اب اسے کون سمجھائے کہ حقیقت اور ڈرامے کا یہ فرق تو پاٹا جانے والا نہیں ہے۔

اَخلاقی نقصانات

بچوں کی کردار سازی میں رکاوٹ :

پہلے زمانے میں بچے پڑھ کر، کھیل کر اور تھک ہار کر جب گھر آتے تو پہلے کھانا کھاتے پھر اپنا کام کاج جو تھوڑا بہت ہوتا سمیٹ کر لیٹ جاتے اور دادی اماں سے کہتے : ''دادی اماں! کہانی سنائیں'' اور دادی اماں کہانی سناتی کسی نبی کی، کسی صحابی کی، کسی مجاہد کی یا کسی نیک بزرگ کی۔

آج بچے گھر میں پہنچتے بعد میں ہیں اور ٹی وی پہلے آن ہوتا ہے۔ یہاں پر تو سلام کرنے کی فرصت نہیں حال چال پوچھنا تو دور کی بات ہے۔ دادی اماں یا بزرگوں کے گرد جمع ہونا تو بالکل ہی معدوم ہو چکا ہے، اس ٹی وی کی بدولت۔

جیسی کہانی سنتے سنتے کوئی سوئے گا۔ ویسے ہی احساسات وجذبات اس کے لاشعور میں محفوظ رہیں گے۔ نیم خوابیدگی کی حالت میں سنی ہوئی بات بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ جتنا انسان پرسکون ہو اتنی ہی بات اثر انداز ہوتی ہے۔ دادی اماں کی نرم آغوش، سہلاتے ہوئے ہاتھ، پرشفقت جذبات، میٹھا میٹھا انداز گفتگو اور نیم خوابیدہ اونگھتے اونگھتے بچوں سے دادی اماں پوچھتی : کیا پتا چلا بیٹا؟ ایک کہتا : دادی اماں سچ بولنا چاہیے۔ دوسرا کہتا : ہاں دادی اماں میں نے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) بننا ہے۔ تیسرا کہتا :میں ابوجہل کو ماروں گا۔ یہ کہانیاں بچوں کی کردار سازی میں بہترین کردار ادا کرتیں لیکن آج کردار سازی کا یہ نازک رول ٹی وی کے سپرد ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

قبل از وقت بلوغت:

ٹی وی کا یہ نقصان تو اظہر من الشّمس ہے۔ اس کے شواہد ہماری عملی زندگی میں بے شمار ہیں۔ معصوم بچوں سے شرم وحیا اور معصومیت کا جو ہر چھن گیا ہے۔ یہ کارٹون جنہیں والدین کہتے ہیں: ''صرف بچوں کے کارٹون دیکھتے ہیں ہمارے بچے'' ''یہ صرف کارٹون'' جس اہل ہوش نے ایک بار بھی دیکھے ہیں وہ جانتا ہے کہ یہ کارٹون کیسا میٹھا زہر ہے اور بچوں کو بلوغت تک پہنچانے میں ان کا کتنا عمل دخل ہے۔ کالج میں عموما بات چیت کے دوران بڑی بڑی عجیب باتیں سننے کو ملی ہیں میری ایک کولیگ تذکرہ کر رہی تھی کہ کل ہم میاں بیوی کی کسی بات پر ذرا چپقلش ہو گئی (ملازمت پیشہ خواتین کی خاوندوں سے عموما جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں) میرا بڑا بیٹا جو تقریبا دس سال کا ہے، کہنے لگا: امی اگر آپ کو کوئی اور پسند تھا تو اسی سے شادی کر لیتیں، میرے پاپا کو تو ہر وقت تنگ نہ کرتیں۔

رشتوں میں دوری:

خاندان کی مضبوط جکڑ بندیاں اس ٹی وی کی بدولت ختم ہو گئیں اور مضبوط بنیادیں ہل گئی ہیں۔ خاوند بیوی سے، بچے والدین سے، ہر کوئی دوسرے سے دور ہو گیا ہے اور ہوتا جا رہا ہے۔ رات کو فارغ ہو کر ایک دوسرے کا دکھ سکھ سننے کا جو وقت تھا وہ ٹی وی نے لے لیا۔ خاوند گھر آتا ہے تو ٹی وی آن ہوتا ہے۔ خاوند کی پسند کا پروگرام ہوتا ہے تو وہ بیوی سے کہتا ہے کہ چپ کرو مجھے یہ پروگرام دیکھنے دو۔ پھر بیوی کا پسندیدہ ڈرامہ لگ جاتا ہے تو وہ کسی کو اس میں مخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ اب بچوں کے کارٹون لگے ہیں۔ وہ بھی اپنا مزا کرکرا کرنے کا حق کسی کو نہیں دیتے اور سب کے بعد بڑے میاں کا خبرنامہ لگا ہوا ہے اب تو بالکل ''حکم زبان بندی'' ہے۔ بڑے میاں کو بھلا کون ناراض کر سکتا ہے؟ بس اسی طرح ٹی وی دیکھتے دیکھتے سارے بستر پر چلے جاتے ہیں۔

بلکہ یہاں تک کہ کوئی مہمان گھر آ جائے تو گھر والے اس کو بھی ٹی وی کے سامنے لا بٹھاتے ہیں۔ سرسری حال چال پوچھا اور پھر بس۔ اب مہمان بھی مصروف اور میزبان بھی۔ مصروفیت کا یہ عالم کہ سوتے سوتے ٹی وی بھی ریموٹ کنٹرول ہی سے بند ہوتا ہے۔ اب کسی کو کسی کا حال چال سننے کی کہاں فکر؟ کب کوئی گلے شکوے کرے اور کیسے دلوں کی دوریاں ختم ہوں؟ بیوی کہتی ہے: خاوند میری بات نہیں سنتا۔ خاوند کہتا ہے : بیوی میری فرمانبردار نہیں۔ بچے بڑے ہوکر ماں باپ کے پاس نہیں بیٹھتے کیونکہ ماں باپ نے شروع سے ان کو پاس بیٹھنے کی عادت ہی نہیں ڈالی اب ماں باپ کو خواہش ہوتی ہے کہ بچے ان کے پاس بیٹھیں۔ اس وقت ماں باپ وظائف ڈھونڈتے ہیں بچوں کو قریب کرنے کے لیے لیکن ٹی وی سے جو سبق وہ سیکھ چکے ہوتے ہیں وہ بڑے پختہ ہوتے ہیں۔ آج اسی لیے رشتوں کا احساس اور محبتوں کی لطافت ختم ہو گئی۔

پہلے تو ٹی وی پروگرام ایک مخصوص وقت میں لگا کرتے تھے لیکن اب ہر وقت ٹی وی کی خدمات حاصل ہوتی ہیں تا کہ کوئی اس کے حملوں اور تباہی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اپنے بیگانے مل کر ہماری جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں ....؎

دوستوں کا خلوص کیا کہیے!
سانپ پلتے ہیں آستینوں میں

طلاقوں کی بھر مار:

عموماً ڈرامے معاشرتی زندگی کے بارے میں ہوتے ہیں۔ میاں بیوی کی لڑائیاں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے پروگرام اور پھر طلاقیں اور پھر ہمارے ہیروز کے آئے روز کے سکینڈل۔ بیویوں اور شوہروں کی تبدیلی اور بیوی یا شوہر کی موجودگی کے باوجود بہت کچھ! یہ سب کچھ ہمارے معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان کو برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔ پچھلے

دنوں ایک لطیفہ بڑا مشہور ہوا کہ دو فلم ایکٹروں کے بچے آپس میں ملتے ہیں۔ ایک بچہ دوسرے سے پوچھتا ہے : آپ کے ساتھ یہ کون ہے؟ جواب ملا : میرے ابا کی تیسری بیوی۔ دوسرا بچہ پوچھتا ہے : اور آپ کے ساتھ یہ مرد کون ہے؟ جواب ملا : میری اماں کا چوتھا شوہر۔ تعارف کروایا جاتا ہے : یہ میری ہونے والی منگیتر یا میرے ہونے والے منگیتر ہیں۔

بے مقصدیت:

ٹی وی نے ہمارا طرز معاشرت یکسر بدل دیا۔ آج سے بیس تیس سال پہلے ہمارے گھروں کا طور طریقہ بالکل ایسا نہیں تھا جیسا کہ اب ہے۔ گھروں کا طرز تعمیر بدلا، عورت ومرد کا طرز لباس وطرز حجامت بدل گیا۔ باہمی اختلاط عام ہوا۔ طرز گفتگو بدل گیا۔ آنکھ کی حیا ختم ہوئی۔ بڑوں کا ادب و احترام اور بچوں سے شفقت ختم ہوئی۔ خوب و ناخوب کے پیمانے بدل گئے۔ اپنے پرائے کی تمیز ختم ہوئی، محرم ونامحرم کی تقسیم عبث ہوئی۔ آپس کا بھائی چارہ ومحبت گئی۔ جرائم کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہوا، جرائم کی باقاعدہ تعلیم وتربیت ٹی وی نے ذمے لے رکھی ہے۔ آج ہمارا مقصد حیات کھو گیا۔ بچپن میں تعلیم دی جاتی تھی ہم کون ہیں؟ ہمارا نبی کون ہے؟ ہم نے کس کی اتباع کرنی ہے؟ آج کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کون ہے؟ اس نے کس کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنانا ہے، وہ کس کا امتی ہے؟ کوئی کرکٹروں کو اپنا ہیرو سمجھتا ہے تو وہ ان کی نقل کرے گا۔ کوئی اداکاروں کو اپنا آئیڈیل مانتا ہے تو وہ انہی کے پیچھے چلے گا۔ کوئی کسی کو کاپی کر رہا ہے کوئی کسی کو۔ ٹیلی ویژن پر جو نیا سٹائل دیکھا بس اسی کو معراج زندگی سمجھ کر اندھا دھند اس کا پیچھا شروع کر دیا۔

ٹی وی اور موسیقی اعصاب اور حواس پر اس قدر طاری ہوتے ہیں کہ فلائنگ کوچ اور ٹرانسپورٹ میں بھی یہی کچھ ہے۔ ڈرائیور وجد میں ہے۔ نتیجہ بیسیوں کی موت ہو یا اپاہج

پن، ڈرائیور کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسی طرح خدمت خلق کا دعوٰی کرنے والے حضرات کے کلینک پر بھی ٹی وی نے پنجے گاڑے ہوئے ہیں، مریض تڑپ رہا ہے لیکن کمپوڈر اور ڈاکٹر کا سین جا رہا ہے۔ مریض چلاتے ہیں ....؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
مرے درد کی دوا کرے کوئی

بچوں کے امتحان ہیں ادھر کرکٹ میچ عروج پر۔ قوم کے نونہال فیل ہو رہے ہیں، دیکھیں معماران قوم کی ناکامیاں اور ٹی وی کی کامیابیاں۔

جرائم کا فروغ:

ٹی وی میں جرائم، مار دھاڑ سے بھرپور فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ وہ فلمیں بھی ہیں جن کے ساتھ ''صرف بالغوں کے لیے'' کا لیبل لگا کر کمسن لڑکوں لڑکیوں کے لیے شوق و تجسس پیدا کیا جاتا ہے۔ گاؤں کے وڈیرے اور چودھری دکھائے جاتے ہیں۔ تکبر اور نخوت کا سبق پڑھانے کے لیے۔

ہیروئن کے نشے سے بچنے کا سبق دیا جاتا ہے اور منشیات کا استعمال کرنے والوں پر فیچر ہوتے ہیں۔ کہنے کو ہیروئن کے ''بم'' سے بچانے کے لیے فیچر دکھائے جاتے ہیں مگر غیر محسوس انداز میں ہیروئن حاصل کرنے کے ذرائع، طریقہ استعمال اور فوائد بتائے جاتے ہیں۔ جرائم کی تربیت دی جاتی ہے۔

اخباری سروے کے مطابق جس رات سینما اور ٹی وی سے جرائم و مار دھاڑ سے بھرپور فلم دکھائی جاتی ہے، اس رات جرائم کی تعداد میں 70% اضافہ ہو جاتا ہے۔ کچے ذہن آدھی رات تک فلم دیکھ کر اٹھتے ہیں تو بقیہ آدھی رات اس کے تجربے میں صرف کر دیتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر مخاطب کو شوٹ کر دینا، اغوا کر لینا، ڈاکے، بدکاریاں انہیں فلموں کا

نتیجہ ہے۔ جو شخص عملاً یہ جرم نہ کر سکا خوابوں میں وہ بھی اسی وادی کی سرگردانی میں مصروف رہا۔ ٹی وی نے جرم کرنے کا طریقہ سکھایا، جرم کر کے بچنے کا گر بتایا اور سب سے بڑی بات جرم کا حوصلہ بھی عطا کیا۔ خواہ جرم کرنے والا اس قدر کمسن ہو کہ ابھی وہ جرم کی حقیقت وانجام سے بھی پوری طرح واقف نہ ہو ....؎

ذرا یہ سوچ کے بچوں سے بولنا سعدی
کہ ایک دن یہ تمہاری زبان بولیں گے

امریکہ میں ٹی وی دیکھنے اور نہ دیکھنے والے بچوں کا موازنہ کیا گیا تو تجزیاتی طور پر معلوم ہوا کہ ٹی وی کے رسیا بچے، ٹی وی نہ دیکھنے والوں کی نسبت زیادہ غصیلے، بدتمیز، نالائق اور والدین کے نافرمان تھے۔ ایک تجزیے کے مطابق تین گھنٹے سے زیادہ ٹی وی دیکھنے والے بچوں کا دماغ ماؤف ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

اقتصادی نقصانات

ہر وقت دو سے چار اور چار سے آٹھ کی فکر کرنے والے بھی ٹی وی کے سحر میں اس قدر گرفتار ہیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ ٹی وی انہیں اقتصادی نقصان بھی پہنچا رہا ہے۔ مثلا:

وقت کا ضیاع:

وقت بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ ہر دولت وقت ہی کی بدولت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس نے وقت کو ضائع کیا، وقت نے اسے ضائع کر دیا۔ لوگ محض وقت گزاری کے لیے ٹی وی دیکھتے ہیں حالانکہ انسان وقت نہیں گزارتا بلکہ وقت اسے گزار دیتا ہے۔

وقت جیسی قیمتی دولت کو یہ امت مرحومہ محض گزار رہی ہے جس نے گزر ہی جانا ہے، جو کبھی نہیں ٹھہرا۔ اگر ٹھہرے تو قیامت ہو اور اس وقت کا انسان نے اللہ کی بارگاہ میں حساب دینا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنَ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شِبَابِهِ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَ فِيْمَا اَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ)) [1]

''ابن آدم کے قدم اس کی جگہ سے تب تک نہیں ہلیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں حساب نہ لیا جائے گا۔ (پہلا) اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں برباد کیا؟ (دوسرا) بطور خاص جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا؟ (تیسرا اور چوتھا) مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ (پانچواں اور آخری یہ کہ) جو سیکھا اس پر کتنا عمل کیا''

آخر جب ہم ٹی وی کے آگے بیٹھتے ہیں تو اپنی مصروفیات چھوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ خواتین گھر کا کام کاج، بچے اپنی پڑھائی، مرد اپنے کام اور کاروبار کا حساب کتاب چھوڑ کر بیٹھتے ہیں اور اگر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کام کرتے ہیں تو پھر کام تھوڑا اور غلطیاں زیادہ کرتے ہیں۔

بندہ آخر بندہ ہے مشین تو نہیں کہ ہر طرف چل جائے پھر مشین بھی ایک وقت میں ایک ہی کام کرتی ہے۔ انسان نے اپنی آنکھیں، دماغ، کان جن کے ذریعے وہ دین اور دنیا کے بہترین فوائد حاصل کر سکتا تھا اس ٹی وی کے سامنے کھپا دیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں:

﴿ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

[بنی اسرائیل : ٣٦]

''کان، آنکھیں اور دل ان سب چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا''

---

[1] سنن ترمذی، ابواب صفة القیامه، باب شان الحساب والقصاص : حدیث حسن هے، صحیح ترمذی : ١٩٦٩۔ سلسله احادیث الصحیحة : ٩٤٦۔

ہم نے اپنی پیداوار میں واضح کمی کر دی اور یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ پھر ٹی وی خریدنے چلنے میں بھی پیسا ضائع ہو رہا ہے، بل بڑھ رہا ہے۔ ایک تو ہم نے آمدنی اور ذرائع ضائع کر دیے اور دوسرا جمع پونجی بھی برباد کی یعنی اگلا آنے نہ دیا اور پچھلا ویسے نکال دیا۔ دوہرا نقصان۔

مذہبی نقصانات:

ٹی وی کے طبی، معاشرتی، اخلاقی اور اقتصادی نقصانات تو گنوائے جاسکتے ہیں مگر میرے خیال میں شرعی لحاظ سے اور مذہبی طور پر جو نقصانات ہیں ان کا شمار ممکن نہیں۔ نامعلوم نقصان کا لفظ کافی بھی ہے یا نہیں؟ روحانیت کا تو دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ مذہبی لحاظ سے میں کس کس برائی کا تذکرہ کروں؟ یوں تو ہمارا دین دنیا سے جدا نہیں اور پچھلے جن نقصانات کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ دراصل دینی نقصانات کا لازمی ثمر ہیں لیکن تھوڑا بہت اس انداز سے بھی دیکھیں۔

حیا و غیرت کا خاتمہ:

ہر انسان میں فطرتاً حیا ہوتی ہے۔ نیک شریف گھرانے میں پرورش پائی تو وہاں اللہ کی حیا کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی حیا بھی ہوتی ہے۔ کوئی بھی شریف گھرانے کا پروردہ شخص نامحرم کے چہرے پر نظریں گاڑ کر نہیں دیکھ سکتا بلکہ میرا خیال ہے کہ محرم کے چہرے پر بھی نظریں گاڑتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہائے! وہ کیا کہے گا؟ میں اسے کیسے دیکھ رہی ہوں۔

ٹی وی کی کرم فرمائی دیکھیے کہ اس نے میری یہ جھجک بھی دور کر دی کہ ''ہائے وہ کیا کہے گا'' بھئی! وہ تو مجھے دیکھ رہا لہٰذا میں اسے دیکھوں، خوب دیکھوں، ہر زاویہ سے دیکھوں، ہر رخ سے دیکھوں اور پھر ٹی وی پر غیر محرموں کو دیکھتے دیکھتے دیدوں کا پانی ڈھلا، نامحسوس انداز میں یہ پردہ کرنے والی بھی اب غیر محرموں کی نظروں سے نظر ملا کر بات کر

رہی ہے۔نظریں جما کر دیکھ رہی ہے۔حیا کا ختم ہو جانا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کا ازالہ ممکن نہیں۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) ①

''نبوت کی پہلی باتوں میں سے جو بات لوگوں نے پائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھے شرم وحیا نہ رہے تو پھر جو چاہے کرتا پھر''

بلکہ اس سے بڑھ کر حیا کا خاتمہ ایمان کو بھی ختم کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((اَلْحَيَاءُ وَالْاِيْمَانُ قُرِنَا جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرَ)) ②

''حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں۔ایک اٹھتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔''

موسیقی کا زہر:

ایک پروگرام ختم ہوا تو موسیقی، دوسرا شروع ہوا تو موسیقی، کوئی اعلان ہے تو موسیقی، اشتہار ہے تو موسیقی، خبر نامہ میں وقفہ ہے تو موسیقی۔کوئی دو منٹ پروگراموں کے درمیان یقینی طور پر ٹی وی کے آپ ایسے نہیں بتلا سکتے جن میں موسیقی نہ ہو۔یہ میٹھا زہر ہمارے اندر انڈیلا جا رہا ہے جبکہ موسیقی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' ③

① صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت: ٣٢٩٦، ٥٧٦٩۔

② مستدرك حاکم ، کتاب الایمان : ٥٨ (١۔٧٣) حدیث صحیح هے۔ حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر میں کهتے هیں که یه صحیح بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق هے۔ علامه عبد الرؤف مناوی فیض القدیر میں نقل کرتے هیں که حافظ عراقی نے کها هے که یه حدیث صحیح غریب هے۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیه میں اور علامه منذری نے ترغیب وترهیب میں بهی بیان کیا هے ۔

③ حدیث کے الفاظ یوں هیں"امرنی ربی عزوجل بمحق المعازف والمزامیر" میرے عزت وجلال والے رب نے مجهے آلات موسیقی اور باجے گاجے توڑنے کا حکم دیاهے۔ مسند

ارشاد نبوی ہے:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ اُمَّتِي اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحَرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُوا ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ①

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجے وغیرہ کو حلال ٹھہرائیں گے اور چند لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے۔ ان کے پاس فقیر آدمی حاجت کے لیے آئے گا وہ اسے کہیں گے کل آنا۔ رات اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر انہیں تباہ کر دے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور بنا دے گا۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا يُعْزَفُ عَلٰى رُؤُسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ فَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ)) ②

''میری امت کے لوگ ضرور شراب پئیں گے، اس کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر آلات موسیقی ہوں گے اور گلو کارائیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین

احمد ''فتح الربانی لترتیب مسند امام احمد ابن حنبل الشیبانی، المقصد الثامن، القسم الثانی، النوع الثانی من الفقه المعاملات ، کتاب اللهو واللعب(١٧: ٢٣٢) '' یه حدیث ضعیف هے۔ اس کی سند میں علی بن یزید الهانی راوی ضعیف هے۔ البته دیگر صحیح احادیث سے آلات موسیقی اور باجوں گانوں کی حرمت وقباحت ثابت هے ۔

① صحیح بخاری، کتاب الاشربه، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه: ٥٢٦٨۔

② سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، باب العقوبات حدیث صحیح هے، صحیح ابن ماجة: ٣٢٤٧۔ اور مشکوة المصابیح بتحقیق الالبانی : ٤٢٩٢۔ بیهقی اور ابن عساکر نے بهی روایت کیا هے ۔

میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض افراد کو بندر اور بعض کو سور بنا دے گا۔''

دینی حمیت وعصبیت کا خاتمہ:

ٹی وی نے مذہبی حمیت کا جنازہ نکال دیا۔ دراصل اس نے جو سبق پڑھایا وہ یہ ہے کہ اللہ، رسول اور آخرت کچھ نہیں۔ کھاؤ، پیو عیش کرو اور بس۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

[المومنون: ١١٥]

''کیا تم گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟''

ٹی وی یہی کہتا ہے کہ دنیا لذیذ ہے، شیریں ہے، اس سے لذت حاصل کرو۔ یہی کافی ہے، اصل ذہن اور سوچ یہی ہے۔ اب جب ہمارے ہیرو اور ہیروئن اور ہر طرح کے غیر مسلم اداکار ٹھہرے۔ غیر مسلم تو کیا جو اپنے پاکستانی اداکار ہیں، وہ مسلمان ہیں؟ تو پھر جب یہ ہمارے ہیرو ٹھہرے تو ان کی بے دینی سے نفرت کیسے ممکن ہے؟ غیر مسلموں سے دشمنی کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اسلام وایمان کا ڈھانچہ نفی کفر وشرک پر استوار ہوتا ہے۔ اتباع وتسلیم تو بعد میں ہے۔ جب تک معبودان باطلہ کی نفی نہیں اللہ کی توحید کہاں؟ ''بغض فی اللہ'' کے بغیر ''حب فی اللہ'' ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ﴾ [المائدة: ٥٧]

''اے مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں یا کفار''

مسئلہ براءت کے بارے میں قرآن مجید کا موقف بڑا واضح ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا لَا تَتَّخِذُوا ابَآئَكُمُ وَاِخُوَانَكُمُ اَوُلِيَآءَ اِنِ اسُتَحَبُّوا الْكُفُرَ عَلَى الْاِيُمَانِ وَمَنُ يَّتَوَلَّهُمُ مِّنُكُمُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوُنَ ﴾

[التوبہ : ۲۳]

''اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ ظالم ہے۔''

اجتماعی بےحسی:

قوم کا ضمیر اجتماعی طور پر زنگ آلود ہو چکا ہے۔آج برائیوں پر قوم نے اجماع کر لیا ہے۔گندے، فحش اور لچر گانے لگے ہیں، بسوں ویگنوں میں لڑکے لڑکیاں، بچے بوڑھے جوان، عورتیں اور مرد سبھی .... ع

'' ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم ''

کا منظر پیش کر رہے ہیں۔گرلز سکولوں اور کالجوں کے سامنے لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کا جمگھٹا لگا ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے مگر روکنے والا کوئی نہیں۔کوئی عورت آواز لگا بھی دے کہ مجھے فلاں نے چھیڑا ہے تو سارے اسی کو چپ کرائیں گے کہ کچھ نہیں ہوا۔چلو جی جانے دیں۔ برائی کرنے والے کا پیچھا کرنے والا کوئی نہیں۔معلوم ہے کہ کل یہی حرکت میں نے بھی کرنی ہے لہذا چپ مظلوم ہی کو کرنا چاہیے۔قانون کے محافظ تو سب سے زیادہ برائیوں اور بروں کے محافظ ہیں۔ یہ اجتماعی بےحسی ہے، آج جرم بھی اجتماعی ہوتے ہیں۔ گینگ ریپ (Gang Rape) ٹیررز گینگ (Terrors Gang) جیسی اصطلاحیں اسی وجہ سے معروف ہوئی ہیں۔

آج ہم انسانیت کے کس پرلے درجے پر آپہنچے ہیں کہ عزت وغیرت، دولت

وشرافت ہر چیز آنکھوں کے سامنے دنیا لٹتے دیکھ رہی ہے مگر بولنے کی ہمت کسی کو نہیں ....؎

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کرتی نہیں مگر ملت کے گناہوں کو معاف

اللہ تعالیٰ کی آیات کا استہزا:

ٹی وی میں داڑھی ہمیشہ بدھو، گھر کے نوکر، نکھٹو اور گھٹیا کردار کے گندے لوگوں، سمگلروں، بدمعاشوں، غنڈوں پر دکھائی جائے گی۔ مذہبی شعار کی غیر محسوس توہین اور مغربی شعار کی غیر محسوس توقیر وتعظیم۔ یہ ڈراموں کا مسلسل حصہ ہے پھر یہ کارٹون جو بہت بے ضرر سمجھے جاتے ہیں اور بچوں کی لازمی تفریح ہے۔ یہ کیا ہیں؟ انسان جانور، کچھ نہیں۔ صرف اللہ کی تخلیق کا مذاق اور کچھ نہیں۔ اللہ تو احسن الخالقین ہے۔ وہ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ﴾ [بنی اسرائیل : ۷۰]

''اور ہم نے بنی آدم کو تکریم عطا کی''

﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ﴾ [التغابن : ۳]

''تمہاری صورتیں بنائیں اور کیسی خوب بنائیں''

﴿ اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴾ [الانفطار : ۷]

''اللہ وہی ہستی ہے جس نے تجھے پیدا کیا، برابر کیا اور ہر طرح متناسب الاعضا بنایا''

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ [التین : ٤]

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا''

جبکہ ٹی وی والے ترکیب وتقویم کو بدل رہے ہیں۔ موقف کیا ہے؟ کہ یہ تو کھیل ہے تفریح ہے فقط مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [التوبة : ٦٥]

''آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجیے کہ کیا اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی تمہارے مذاق کے لیے رہ گئے ہیں''

ٹی وی نے جڑیں مضبوط کرنا شروع کیں تو مائیں بھی بچوں سے کلمہ کلام کی بجائے گانے اور ڈائیلاگ سن کر خوش ہو رہی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ قوموں کا مزاج بدل دیتی ہیں۔ ٹی وی نے بڑے منظّم طریقے سے مزاج بدلا۔ قوم کو اللہ اور اس کے رسول سے دور کیا ہے۔

فرائض شرعیہ کو چھوڑنے کا سبق:

ٹی وی پر حرم کا منظر دکھایا جا رہا ہے۔ یہ حرم کی اذان آ رہی ہے۔ بڑے بڑے حاجی نمازی جھوم رہے ہیں۔ انہیں حرم یاد آ رہا ہے۔ وہاں کی اذان اور نماز یاد آ رہی ہے لیکن اذان ختم ہوئی، سین بدلا، ڈرامہ چل رہا تھا چلنے لگ گیا، فحش اشتہار آ گیا۔ ایک منٹ کا وقفہ بھی تو نہیں ہوا۔ سبق کیا پڑھایا گیا؟ اذان صرف سننے کے لیے، کان کی لذت کے لیے ہے۔ وہ لذت جو کبھی تم موسیقی سے حاصل کرتے ہو وہی کبھی خوبصورت آواز میں اذان ہو تو اس سے بھی حاصل کر لو لیکن اس کے معنٰی ومفہوم کا کچھ پتا نہیں۔ اس کے بعد کوئی نماز، کوئی وضو، کوئی ذکر کچھ نہیں۔ اگر واقعی اذان با مقصد ہوتی تو ٹی وی پروگرام ختم کیوں نہ ہو گئے؟ وقفہ نماز کیوں نہ آ گیا؟ کہ اذان کا لازمی نتیجہ تو یہی ہے پھر اذان کا اعلان کرنے جو محترمہ آئی تھی وہ بھی بغیر دوپٹے کے تھی۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهِ)) [1]

''مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نمودار ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے مگر (اوپر اوپر سے) ان کے حلق سے نیچے (یعنی دل تک) نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر ترکش سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ تیر کمان میں واپس آ ئے۔''

تو یہ حدیث اپنے اصلی مفہوم میں ٹی وی پر دیکھو! ابتدا ہو رہی ہے تلاوت کلام پاک سے۔ اسمبلی کا اجلاس دکھایا جا رہا ہے۔ ابتدا میں رسما تلاوت کروانے والی بے چاری۔ دوپٹے کے بوجھ سے پریشان ہے۔ بس نہیں چلتا کہ اسے جھٹک دے اور رٹ ہے اسلام اسلام کی۔

علمائے کرام کی توہین :

ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ عالم کی جو توقیر تھی کہ لوگ بھولے سے کسی عالم یا مفتی سے مسئلہ پوچھنے آتے تھے، بحث کرتے، دلیل طلب کرتے تھے، قرآن وحدیث کا حوالہ معلوم کرتے تھے۔ آج ٹی وی نے ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لوگوں کو سارے مسئلے آتے ہیں کیونکہ وہ دینی تعلیمات کا پروگرام باقاعدگی سے ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔ فتویٰ مانگنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو بھی ٹی وی اور ریڈیو کام آ گئے۔ جیسے پوچھنے والے ویسے بتانے

[1] بخاری، کتاب التوحید، باب قراء ة الفاجر والمنافق واصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم و باب قول الله تعالیٰ ﴿تعرج الملائكة والروح اليه﴾ و كتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن الولید الی الیمن قبل حجة الوداعْ و كتاب التفسير، التوبه، باب المولفة قلوبهم، و كتاب الانبياء، باب قول الله عز و جل ﴿واما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتيه﴾: ٣١٦٦، ٤٠٩٤، ٤٩٩٥، ٧١٢٣، ١٠٦٤۔

والے۔ سرکاری مفتی سرکاری مسئلے ہی بتاتے ہیں۔ لوگ اسی کو قرآن وحدیث سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

لوگوں کی مرضی کے مطابق بتا رہے ہیں۔ آخر ان کی روزی کا معاملہ ہے۔ ٹی وی پروڈیوسر کہیں نکال نہ دے، اگر اس کے مزاج کے خلاف بات ہوئی۔ مسئلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نہیں۔ ٹی وی پروڈیوسر اور ٹی وی کے شائقین کا ہے۔ جہالت اتنی بڑھی کہ اب صحیح مسئلہ بتائیں تو لوگ کہتے ہیں: نہیں جی! ٹی وی میں تو انہوں نے یہ بتایا تھا۔ یعنی دین کے لیے حجت بھی ٹی وی ہی قرار پایا۔ "والی الله المشتکی"

ٹی وی کا نقصان دہ ہونا بتلایا جائے تو جواب ملتا ہے کہ فلاں عالم بھی تو ٹی وی پر آتا ہے۔ فلاں عالم کے گھر بھی تو ٹی وی ہے۔ فلاں عالم کی بھی تو ویڈیو کیسٹ ہے حالانکہ ہر کوئی اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہے۔ ہم اپنے اعمال کے اور وہ اپنے اعمال کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴾ [المدثر: ۳۸]

"ہر نفس اپنے عمل کے بدلے گروی ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ [الانعام: ۵۲]

"نہ آپ کے ذمہ ان کا حساب ہے اور نہ ان کے ذمہ آپ کا حساب"

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ [البقرة: ۲۸۶]

"ہر نفس کے لیے ثواب ہے اس کا جو اس نے نیکی کی اور اس پر گناہ ہے اس کا جو اس نے برائی کی"

اللہ تعالیٰ نے کسی عالم کو تو اسوہ حسنہ قرار نہ دیا تھا۔ وہ بھی انسان ہے، بشری تقاضوں سے مجبور جیسے ہم تم انسان ہیں۔ اسوہ حسنہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہدایت جن دو چیزوں میں منحصر بتلائی، وہ آج بھی میرے اور آپ کے پاس محفوظ و مامون ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ)) ①

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، (ایک) اللہ کی کتاب، (دوسری) اس کے رسول کی سنت''

تصنع اور بناوٹ:

میاں بیوی کا رول ادا کرنے والے اگلے ہی ڈرامے میں بہن بھائی ہیں۔ کسی اور میں ہمسائے ہیں یا باپ بیٹی بھی ہیں، نہ یہ بہن بھائی ہیں اور نہ میاں بیوی۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں لیکن ڈرامے میں سبھی کچھ، ٹی وی سکرین پر سب رشتہ داریاں ہیں۔ آج جو بہن بھائی ہیں، انہیں بہن بھائی بننا بھی جائز نہ تھا کہ کل وہ گندے مناظر میں کبھی عشق کی پہلی، کبھی دوسری اور کبھی تیسری منزل اور اس سے بھی آگے گزرے ہوئے ہیں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَھَا ثَلَاثًا)) ②

''مبالغہ آرائی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی''

---

❶ موطا امام مالك، كتاب الجامع، باب النهي عن القول في القدر۔ حدیث اپنے شواهد کی بنا پر صحیح هے۔ مشكوة المصابيح بتحقيق الالباني : ١٨٦۔

❷ صحيح مسلم، كتاب العلم ، باب هلك المتنطعون : ٢٦٧٠۔ امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا۔

یہ تو صرف زبان کی حد تک بات تھی کہ جو بات نہ ہو وہ کرنے والے یا حد سے زیادہ بات کرنے والے برباد ہو گئے تو پوری زندگی کا جھوٹا کردار کرنے والے ہلاکت کے کس گڑھے میں پڑے ہوں گے؟ ایک اور حدیث میں ہے:

((وَيۡلٌ لِلَّذِیۡ يُحَدِّثُ بِالۡحَدِيۡثِ لِيُضۡحِكَ بِهِ فَيَكۡذِبُ فَوَيۡلٌ لَّهُ فَوَيۡلٌ لَّهُ)) ①

''اس شخص کے لیے ہلاکت (یا جہنم کی ایک وادی ''ویل'') ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔''

پھر الٹی سیدھی نسبتیں بنانا تو ویسے بھی حرام ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَيۡرِ اَبِيۡهِ اَوِ انۡتَمٰی اِلٰی غَيۡرِ مَوَالِيۡهِ فَعَلَيۡهِ لَعۡنَةُ اللّٰهِ الۡمُتَتَابِعَةِ اِلٰی يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ)) ②

''جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی اس پر قیامت تک کے لیے مسلسل لعنت ہے۔''

دوسری حدیث میں الفاظ ہیں:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَيۡرِ اَبِيۡهِ وَهُوَ يَعۡلَمُ اَنَّهُ غَيۡرُ اَبِيۡهِ فَالۡجَنَّةُ عَلَيۡهِ حَرَامٌ)) ③

''جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ

❶ سنن ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی تکلم بالکلمة لیضحك الناس، حدیث حسن درجے کی ہے۔ صحیح ترمذی: ١٨٨٥ ۔مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ٤٨٣٨۔

❷ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه۔ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابو داؤد: ٤٢٦٨۔ صحیح الجامع: ٥٩٨٧ اور غاية المرام: ٢٦٦۔

❸ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی الرجل الذی ینتمی الی غیر موالیه حدیث صحیح ھے۔ صحیح ابو داؤد: ٤٢٦٥۔ اور صحیح ابن ماجه: ٢١١٤۔

وہ اس کا باپ نہیں اس پر جنت حرام ہے۔''[1]

پردے میں بے پردگی :

حال یہ ہے کہ ٹی وی کا زہر اس بری طرح ہمارے اندر سرایت کر گیا ہے کہ ٹھیک ٹھاک مذہبی گھرانے جو دین کے اجارہ دار یا ٹھیکیدار کہے جا سکتے ہیں۔ ان کو بھی ٹی وی نے اس طرح اپنی لپیٹ میں لیا ہے کہ ان کا حال .... ع

''رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی''

والا ہے۔ برقع پہنا ہے، خوبصورت، سٹائلش، نیا ڈیزائن، پرنٹڈ چمکدار، رنگیلا، بھڑکیلا اور کچھ نہیں تو اس کے اوپر سنہری ڈوریاں، خوبصورت سٹکرز، گولڈن بٹن اور خوبصورت دلکش اور دیدہ زیب سکارف۔ پردہ الگ دعوت نظارہ الگ ....؎

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

برقع پہنا تو تھا اخفائے زینت کے لیے الٹا وہی زینت بن گیا۔ ادھ کھلا چہرہ جس میں

[1] بلکہ بسا اوقات فلموں اور ڈراموں میں صرف کردار کی مناسبت سے نکاح ہوتے ہیں۔ ایک غیر لڑکی کسی غیر لڑکے کی وقتی طور پر بیوی بنا دی جاتی ہے۔ پھر اگلے کسی پروگرام میں وہی اس کی بہن بنا دی جاتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حقیقی خاوند اپنی حقیقی بیوی کو بس ڈرامے میں کردار کی ضرورت کے پیش نظر طلاق دے دیتا ہے۔ اس کو صرف ڈرامہ اور فلم کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ آخر یہ ڈرامہ ہے حقیقت تو نہیں۔ اگر اس بات کو شرعی نظر سے دیکھا جائے اور اسلام کی سنہری تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معاملہ بہت ہی نازک ہے۔ رسول اللہ نے نکاح وطلاق وغیرہ جیسے اہم اور نازک معاشرتی اسلامی شعار کے بارے میں فرمایا : ((ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ ، النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ)) تین چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق (افسانہ، ڈرامہ) بھی حقیقت ہی ہے۔ (سنن ابی داؤد، تفریع ابواب الطلاق، باب فی الطلاق علی الهزل) یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ صحیح ابوداؤد: ۱۹۲۰ ۔اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

سے غازہ و کاجل جھلک رہا ہے۔ چہرے کی تزئین وآرائش نمایاں ہے۔خوبصورت رنگے ہوئے ناخنوں والے مزین ہاتھ، یہ تصویر آج ایک نمونہ بن کر ویگنوں اور بسوں پر لٹک گئی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

یہ گھروں میں رہنے والی بچیوں نے کہاں سے سیکھا؟ کس نے ان کو بتلایا کہ اللہ اور دنیا کودھوکا دینے کا یہ طریقہ ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ﴾ [الانعام: ١٥١]

''بے حیائی کے جتنے بھی طریقے ہیں ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ''

شیطان نے آدم سے اپنی دشمنی نبھائی، انتقام لیا تو سب سے پہلے اس کا یہی لباس اتروایا:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الاعراف: ٢٧]

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت میں سے باہر کروایا۔ ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ ان کی شرمگاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم نہیں دیکھ سکتے۔''

اللہ تعالیٰ اسی پر ہمیں تنبیہ کر رہے ہیں۔غور کرو! مبادا وہی وقت آجائے، شیطان تم پر اسی طرح غلبہ نہ پائے جس طرح تمہارے ماں باپ کو فتنے میں ڈالا تھا۔ ان کو جنت سے نکلوایا، ان کا لباس اتروایا تا کہ ان کے لائق ستر اور مخفی حصے ان کے سامنے کھول دے۔

سوآج میری بہنوں نے ٹی وی سے سبق سیکھا، سر ننگا، گریبان ننگا، بازو ننگے، پیٹ ننگا

اور اگر کچھ ڈھانپا بھی ہے تو نہ ڈھانپنے جیسا۔ایسی عورتوں کا نقشہ حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے:

((نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُءُ وُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا)) ①

''وہ عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مگر ننگی ہیں خود مردوں کی طرف میلان رکھنے والیاں اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے والیاں ہیں۔ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف سے جھکے ہوئے ہیں۔وہ جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہو گی۔''

سو لباس کی تمام تراش خراش، ڈیزائننگ، بوتیک سنٹر، فینسی ملبوسات، ریڈیمیڈ جوڑے، کس لیے؟ صرف یہ کہ عاریات، مائلات، ممیلات ہیں دلوں میں چور ہے، ہمیں نہیں پتا اللہ کو پتا ہے، اس کا رسول خبر دے رہا ہے۔

آج اداکاروں کے سٹائل کے لیے باقاعدہ رسالے چھپتے ہیں اور یہ ''بے ضرر'' رسالے شرفا کے گھروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔کیا یہ صرف ڈیزائن دیکھنے کے لیے ہیں؟ اور یہ صرف ''ڈیزائن دکھانا'' اپنے اندر کس قدر فتنے سمیٹے ہوئے ہے۔

سوچ بچار کا فقدان:

آج کل آزادی کی بہت سی قسمیں معروف ہیں۔لباس سے آزادی، حیا سے آزادی، روایات سے آزادی، بڑوں سے آزادی، دین سے آزادی، مادر پدر آزادی، مسجد سے آزادی، مذہب سے آزادی، چادر اور چار دیواری سے آزادی، گھر اور رشتوں کے تقدس

① صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات :

سے آزادی۔ ٹی وی کلچر نے ہمیں ایک اور آزادی عطا کی ہے۔ وہ ہے سوچ بچار سے آزادی۔ ہر وقت شور، ہر وقت موسیقی۔ پھر اگر فرصت کی چند گھڑیاں میسر آبھی جائیں تو انہی ڈراموں، فلموں، گانے کے گندے بولوں میں ذہن الجھے رہیں گے۔

پرائمری سے لے کر پوسٹ گریجویشن تک، طالب علم سے لے کر استاد تک، دفتروں میں باس سے لے کر چپڑاسی تک، آدھا دن تو رات کے ڈرامے پر تبصرہ کرتے کرتے گزار دیتے ہیں۔ انہیں فکر فردا کی ہوش کب آئے گی؟ جو تھوڑا بہت وقت بچتا ہے اس میں دنیا کے کام اور دنیا کی فکریں بہت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ﴾

[الحشر: ١٨]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟''

سوچ وفکر ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَ لٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ﴾ [الحج: ٤٦]

''کیا انہوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی کہ ان کے دل ان باتوں کو سمجھنے والے ہوتے یا ان کے کان ہی ان واقعات کو سن لیتے۔ بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور انہی لوگوں کے بارے میں فرمان ربانی ہے:

﴿ وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰۤـئِكَ

كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ [الاعراف : ۱۷۹]

''یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔''

سوچ بچار اتنی بڑی چیز ہے لیکن یہاں ذہن کو خالی نہیں رہنے دیا جاتا مبادا مسلمان کی غیرت جاگ اٹھے، عظمت رفتہ یاد آئے، قصہ ہائے پارینہ کو یاد کر کے پھر سے شوق شہادت کروٹیں لینے لگے....؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یاد رکھیے! جنگ دو طرح سے لڑی جاتی ہے ایک اسلحہ اور ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہیں۔ دوسری جنگ کا میدان نظریات ہیں۔ صلیبی جنگوں میں شکست کے بعد سے نظریاتی جنگیں جاری ہیں اور ان جنگوں میں اہل یورپ اپنی دسیسہ کاریوں اور مکر وفریب کی وجہ سے کامیاب جا رہے ہیں۔ مسلمان اپنے بھول پن، جہالت اور دین سے دوری کی بنا پر بری طرح پٹ رہے ہیں اور ان کا اس وقت سب سے بڑا ہتھیار جو ہمارے ڈرائنگ روم کی زینت بھی ہے، بیڈ روم کا سکون بھی اور ٹی وی لاؤنج کی طرح ہمارے گھر کا مرکز بھی، وہ یہی ٹی وی ہے۔

اتنا بڑا حادثہ امت مسلمہ کے ساتھ گزر گیا، کتنا بڑا المیہ ہوا؟ اس ٹی وی کلچر کی بدولت اور ہمیں خبر ہی نہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے انڈیا کی سونیا گاندھی کا بڑا ہی زہریلا بیان تھا کہ آج پاکستان کے گھر گھر میں ہماری تہذیب وثقافت ہے اور نظریاتی میدان میں ہم پاکستان کو ہرا چکے ہیں۔

ایک مجاہد اگر دس کافروں پر بھاری ہے تو ان کی ایک ایک گندی عورت ہمارے بیسیوں اور سینکڑوں غیر مجاہد نوجوانوں کو برباد کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِىْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلٰى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ)) [1]

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورت سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔''

ایک طرف موسیقی اور دوسری طرف عورت، دونوں ہی فتنے، ایک سے بڑھ کر ایک۔ اور ان فتنوں کا مظہر ٹی وی جو ہمارے معیار کو ڈویلپ (Develop) کرنے کی بنیادی اکائی ہے۔ (استغفر اللہ)

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شئوم المرأۃ: ٤٨٠٨۔

ٹی وی کے فوائد کا جائزہ

اب ہم تھوڑا سا جائزہ لیتے ہیں ٹی وی کے ان فوائد کا کہ جن کا عموما حوالہ دیا جاتا ہے۔

دینی پروگرام:

اس میں تجوید وقراء ت کا سبق ہوتا ہے، دینی تعلیمات کا پروگرام ہوتا ہے، حرم کی اذان ہوتی ہے۔ گاہے ماہے نعت خوانی اور مقابلہ حسن قراء ت کا اہتمام ہوتا ہے، میلاد شریف اور قوالیاں لگتی ہیں۔

سبحان اللہ! جن لوگوں نے دین کے سلسلے میں ٹی وی کو اپنا امام مان رکھا ہے۔ ہم جیسا کوئی ان کو مسئلہ بتلائے۔ کوئی پردے کا، مشروع احکامات کا، تہذیب وثقافت کا، معاشرت ومعیشت کا۔ وہ بے چارہ مسئلہ بتلا کر فارغ بعد میں ہوتا ہے۔ بخئے اس کے پہلے ادھڑتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اس کو اپنی شکل نہیں نظر آتی۔ اس کی بیٹی، اس کی بہن، اس کی بیوی، اس کا کاروبار، اس کے کپڑے، اس کی گفتگو، اس کی ہر چیز قابل گرفت ہے۔ وہ ہے کون جو ہماری غلطی پر ہمیں ٹوک دے؟

لیکن ٹی وی کی دینداری تو معصوم عن الخطا ہے۔ اس کی گندگی، اس کی کوئی بھی غلطی ان کو نظر نہیں آتی۔ جس سکرین پر کل پروگراموں کا شاید ایک فیصد حصہ دینی پروگرامز پر مشتمل ہوتا ہے اور بقیہ ننانوے حصے بے حیائی پر صرف ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں کا کسی پر اثر ہو بھی کیا سکتا ہے اور اگر ہو بھی تو سوچیں تو سہی ٹی وی کا مذہب کیا ہے؟ جماعت کونسی ہے؟

دین اکبری کی باتیں کرنے والے، اس کے نورتنوں کا تذکرہ کرنے والے کہاں ہیں؟ ٹی وی کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہ ''انہی'' کا ہے جن کا اس کے پیچھے ہاتھ ہے۔

اول تو دینی پروگرام ہیں نہیں۔ دوم جو ہیں وہ بھی دراصل بے دینی، بدعملی اور کفر کی طرف لے جانے والے ہیں۔ گندی نالی میں ہیرا پڑا بھی ہو تو کبھی نظر نہ آ سکے۔ ٹی وی جیسی تعفن زدہ سکرین پر بالفرض دینی پروگرام آ ہی گیا تو کیا۔

دینی پروگرام کا حوالہ دینے والے ذرا نظریں جھکا کر، گریبان میں منہ ڈال کر، مجھے اس بات کا جواب دینا پسند کریں گے کہ ٹی وی کے عام ہونے کے بعد کتنے فیصد نمازیوں کا مسجد میں اضافہ ہو گیا یا کتنے فیصد بہنوں نے پردہ اپنایا یا کون سی ایسی نیکی ہے جس کا محرک ''ٹی وی'' ہوا!؟

معلومات ذریعہ:

کہا جاتا ہے کہ آج ٹی وی کے بغیر ہم پوری دنیا سے کٹ آف ہو جائیں گے۔ ٹھیک ہے آپ گندے پروگرام نہ دیکھیں وہ دیکھنے والے پر منحصر ہے۔ وہ گندے پروگرام دیکھتا ہے کہ اچھے دیکھتا ہے۔ آخر دیکھیں! اس قدر معلوماتی پروگرام سائنس فنکشن جیسے پروگرام ہیں ان کی افادیت کا انکار کون کر سکتا ہے؟

میں پہلا سوال ہی دہراؤں گی میری وہی بہن جو ٹی وی کو معلومات کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ وہ یہ سروے کرنا پسند کرے گی کہ ٹی وی کے بعد ہماری نئی نسل کی شرح معلومات میں کس قدر اضافہ ہوا؟ پاکستان کی شرح خواندگی کتنے فیصد بڑھ گئی؟

آج 94، 95 فیصد نمبر لینے والے طلباء کو بھی ان کے بزرگ یہی کہتے ہیں: بیٹا آج کل کی پڑھائی اور ہمارے وقتوں کی پڑھائی میں بڑا فرق ہے۔ اس بزرگ نے جی پچھلے وقتوں میں بے اے کیا تھا۔ تمہارے اور ان کے بی۔اے، ایم۔اے میں زمین آسمان کا

فرق ہے۔ واقعتاً پہلے جو علم تھا وہ رچا بسا ہوتا تھا طبیعت میں۔ آج کا علم صرف ڈگری، سند اور گیس پیپرز کا رہین منت ہے۔ اگر واقعتاً ہم علم کے اس قدر حریص ہیں تو پھر پہلے ہمیں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ آخر علم ہے کس چیز کا نام؟ کیا ہر طرح کا کاٹھ کباڑ اکٹھا لینا علم ہے؟ ہرگز نہیں۔

علم کی ابتدا:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه ﴾ [سورة محمد: ١٩]

''جان لے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''

سے ہوتی ہے اور علم کی انتہا کے لیے بھی اس نبی ﷺ کے علم و دانش کو دیکھنا ہوگا۔ اقرأ سے جس کی نبوت کا آغاز ہوا۔ ارشاد ہے:

((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً)) ①

''مجھ سے اگرچہ ایک آیت ہی سنو وہ آگے پہنچاؤ''

کا، جس سے سبق پڑا اور جس کا فرمان ہے:

((اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ)) ②

''علماء انبیاء کے وارث ہیں''

اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [فاطر: ٢٨]

❶ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل: ٣٢٧٤۔ اس حدیث کو امام ترمذی، امام دارمی اور امام بغوی نے بھی روایت کیا۔

❷ سنن ترمذی ابواب العلم، باب فضل الفقه على العبادة: اس حدیث کو امام بخاری نے ترجمة الباب میں نقل کیا ہے۔ باب العلم قبل القول والعمل۔ حدیث صحیح ہے۔
صحیح ترمذی: ٢١٥٩۔ اور صحیح ابن ماجه: ١٨٢۔ امام ابو داؤد، امام ابن حبان اور امام حاکم نے بھی روایت کیاہے۔

''اللہ سے صرف اس کے علماء بندے ہی ڈرتے ہیں''

دراصل کتب کے پلندوں اور معلومات کے کاٹھ کباڑ کو ہم نے علم سمجھا ہوا ہے۔ ورنہ بعض معلومات جہل مرکب ہیں علم فی نفسہ کوئی شے نہیں۔ علم ایک آلہ ہے، ایک ذریعہ ہے، کاہے کا؟ اللہ کے تقرب کا، ایمان کی تکمیل کا، سو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر علم کا مفہوم بھی واضح کر دیا:

﴿ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهُ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً ﴾ [الجاثية : ٢٣]

''آپ کا اس بندے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا اور باوجود اس کے علم کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی، آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا۔''

مقصود بالذات ایمان ہے، عمل ہے اور اگر واقعتاً ٹی وی سے کچھ علم حاصل ہوتا ہے تو آج اس سے بہتر کتنی صورتیں علم حاصل کرنے کی ہیں؟ مثلاً کمپیوٹر ہی لے لیں۔ اس میں بھی ایسے دینی پروگرام ہوتے ہیں جو ٹی وی سے کہیں زیادہ علمی سطح پر بلند ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن انسائیکلوپیڈیا، حدیث انسائیکلو پیڈیا، قرآن آڈیو کمپیکٹ ڈسک، جنرل نالج (معلومات کا خزانہ) ہے۔ اس کے علاوہ اس میں انٹرنیٹ کی آمد کی وجہ سے ٹی وی سے زیادہ موثر معلومات اور بزنس کا ذریعہ ہے۔ آپ اپنے دفتر، گھر میں بیٹھے ہی پوری دنیا میں کسی بھی کمپنی کی پراڈکٹ (پیدوار) کو اس کی اصل قیمت کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں لیکن یہ اس وقت ہے کہ اگر میڈیا اس کو علمی، تجارتی اور اصلاحی مقاصد کے لیے استعمال کر لے۔ وگرنہ میڈیا نے آج کل انٹر نیٹ کو بھی ٹی وی جیسا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیا یہ تمام چیزیں ٹی وی کا نعم البدل نہیں بن سکتیں؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْحَکِیْمِ فَحِیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا)) ①

''حکمت کا کلمہ حکیم کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں سے ملے اسے لے لینا چاہیے''

سستی تفریح اور اسلام کا تصور تفریح:

کہا جاتا ہے کہ ٹی وی ایک سستی تفریح ہے جو بغیر کسی مشقت کے گھر بیٹھے بٹھائے ہر کسی کو میسر آجاتی ہے، کوئی تکلف وتردد نہیں کرنا پڑتا۔ ایک بٹن دبائیں اور نیا جہاں آباد کریں۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ اسلام نے ہمیں تفریح کا تصور کیا دیا ہے؟ اسلام ایک بامقصد نظام حیات ہے۔ سنجیدگی ووقار اس کا مزاج ہے۔ سوچ بچار، غور وفکر اس کی طبیعت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لَا یَعْنِیْهِ)) ②

''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بےمقصد امور کو چھوڑ دے۔''

بندہ صحیح مسلمان تب بنتا ہے جب وہ تمام باتیں اور تمام کام جو بے مقصد ہیں انہیں چھوڑ دے۔ اسلام تو ہمیں تعلیم دیتا ہے:

---

❶ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب فی فضل الفقه علی العبادة: حدیث سخت ضعیف ہے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، اس حدیث کا ایک راوی ابراهیم بن فضل متروک الحدیث ہے۔ یہ بات ''تقریب'' میں ہے۔ مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۲۱۶۔ اور ضعیف ترمذی نمبر: ۵۰۶۔ اس حدیث کو امام ابن ماجة نے بھی روایت کیا ہے۔

❷ سنن ترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی تکلم بالکلمة لیضحك الناس باب منه، حدیث صحیح ہے۔ صحیح ترمذی: ۱۸۸۶، ۱۸۸۷۔ اس حدیث کو امام ابن ماجة نے بھی روایت کیا ہے۔

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی)) [1]

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان وہی کچھ پائے گا جس کی اس نے نیت کی۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم جانیں کہ یہ قدم ہم کیوں اٹھا رہے ہیں؟ یہ حرکت کس لیے ہے؟ اس فعل کا نتیجہ کیا ہے؟ آخرت کا تصور اور احتساب کی ترغیب کیوں دلائی گئی کہ ہر کام کرتے ہوئے سوچنے کی عادت پڑے کہ یہ کام آخر کیوں ہے؟ اس کا ماحصل ومنتہی کیا ہے؟ اگر اخلاص نیت نہ ہو تو عبادت بھی گناہ۔ نماز بھی فضول، روزہ بھی ضائع۔

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

((مَنْ صَلّٰی یُرَاءِ یُ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَاءِ یُ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَاءِ یُ فَقَدْ اَشْرَكَ)) [2]

''جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھلاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے نمود و نمائش کے لیے صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا۔''

---

1. صحیح بخاری، بدء الوحی (قبل کتاب الایمان) باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله: ۱ صحیح مسلم: ۱۹۰۷۔
2. مسند احمد۔ (٤۔١٢٦) حدیث ضعیف ھے۔ اس کی سند میں شھر بن حوشب راوی پر محدثین نے کلام کیا ھے ''تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوۃ'' کتاب الرقاق: باب الریاء والسمعة اور دیکھیے فتح الربانی، لترتیب مسند الامام احمد ابن حنبل الشیبانی۔ المقصد الثامن، القسم الخامس، من الکتاب قسم الترھیب، الترھیب من الریاء، وھو الشرك الخفی۔ (١٩۔٢٢٠) اس حدیث کو امام بیھقی نے شعب الایمان میں، ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام حاکم نے مستدرك حاکم میں بھی روایت کیا ھے۔ البته یه بات قرآن وحدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ھے که ریاء کاری ''شرك خفی'' ھے۔ خواہ وہ عبادت کی کسی بھی قسم میں ھو۔

لا ابالی پن کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب بچھڑے کو ذبح کرنے کا حکم سن کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿ اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ﴾ [البقرة : ٦٧]

''تو ہمیں مذاق کرتا ہے؟''

تو موسیٰ علیہ السلام کا جواب تھا:

﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ﴾ [البقرة : ٦٧]

''اللہ کی پناہ کہ میں جاہلوں جیسا کام کروں''

مشرکین کہتے تھے:

﴿ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ﴾ [التوبة : ٦٥]

''ہم تو کھیل تماشا کر رہے تھے''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [التوبة : ٦٥]

''کہو، کیا اللہ، اس کی آیات اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو''

اور قیامت کے دن ایک دہائی دینے والا کہہ رہا ہوگا:

﴿ يَا حَسْرَتَا عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِيْنَ ﴾

[الزمر : ٥٦]

''ہائے افسوس! میں نے اللہ کی اطاعت میں کیسی کوتاہی کی اور میں مسخرہ پن ہی کرتا رہا''

ہائے میں انہیں فضول چیزیں سمجھتا رہا، عالم اور خطیب کی باتوں کا مذاق اڑاتا رہا، تفریح کے موڈ میں رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے میرے رب نے نو باتوں کی وصیت کی۔ جن میں یہ بھی

فرمایا:

((اَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا)) ①

''کہ میری خاموشی سوچ بچار کے لیے ہونی چاہیے۔ تدبر وتفکر کے لیے ہونی چاہیے۔''

اسلام بھی تفریح کا قائل ہے:

مانا کہ جب انسان مسلسل مصروف رہتا ہے تو اسے سکون واطمینان کی ضرورت رہتی ہے۔ اس بات کو نباض حقیقی نہیں جانتا تو کون جانتا ہے؟ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ ﴾ [المومن: ٦١]

''اس اللہ نے تمہارے لیے رات اس لیے بنائی ہے کہ تم اس سے سکون حاصل کرو۔''

نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((قُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِكَ عَلَیْكَ حقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَیْكَ حَقًّا)) ②

''تو سو بھی اور رات کو قیام بھی کر کیونکہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔''

یہ تفریح ہے، سکون ہے اور کیا ہے؟ اور تفریح وسکون کا مطلب تو نبی اکرم ﷺ سے

① یہ ایک لمبی حدیث کا تھوڑا سا حصہ ہے جس کو امام رزین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ہمیں مشکوۃ کے حوالے سے ہی میسر آسکی ہے۔ دیکھیے مشکوۃ، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف: ٥٣٥٨۔ صاحب تنقیح الرواۃ باحادیث مشکوۃ، علامہ احمد حسن المحدث دہلوی، صاحب مرقاۃ ملا علی قاری اور التعلیق الصبیح علی المشکوۃ المصابیح کے منصف الشیخ ادریس کاندھلوی نے، اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کوئی بحث نہیں کی۔ (واللہ اعلم)

② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لزوجك علیك حق: ٤٩٠٣، ١١٠٢، ١٨٧٣، صحیح مسلم: ١١٥٩۔

پوچھ کر دیکھیں۔ جن سے بڑھ کر دنیا سے کوئی اور بندہ مصروف نہیں ہوسکتا۔ نہ ہوا ہے، نہ ہوگا۔ وہ اکیلا نبی اپنے رب کی رحمتوں کے سہارے، دین ودنیا کے سارے عقدے صرف تیئیس (۲۳) سالوں میں حل کر گیا۔ جتنے کام آپ ﷺ نے کیے، کسی نے نہیں کیے اور پھر آپ ﷺ پر بڑی پریشانیاں اور مصیبتیں آئیں۔ فرمایا:

''اللہ کی راہ میں ہر نبی ستایا گیا اور مجھے سب سے زیادہ ستایا گیا اور طائف کا دن مجھ پر سب سے بھاری گزرا۔'' [1]

جب مکہ سے مایوس ہوکر طائف کا رخ کیا تھا کہ شاید میری دعوت یہاں پر کوئی قبول کرلے گا تو نتیجہ کیا نکلا تھا؟ ...... یہی نا کہ سرداروں نے اس ادھیڑ عمر، باوقار، معزز ہستی کے پیچھے گلی محلے کے اوباشوں کو لگا دیا کہ جاؤ اس کو اپنی ہنسی مذاق سمجھو اور اسے مار مار کر طائف سے باہر نکال دو۔

نماز اور ذکر الٰہی باعث راحت وتسکین:

آپ ﷺ سے زیادہ سکون، اطمینان، تفریح کی ضرورت کس کو ہوسکتی ہے؟ دیکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ سکون کیسے حاصل کرتے؟ فرمایا:

((جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ)) [2]

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

میری مصیبتوں اور دکھوں کا مداوا نماز میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میدان بدر

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین، والملائکة فی السماء فوافقت احداهما الاخر غفر له ما تقدم من ذنبه : ۳۰۵۹، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب ما لقی النبی من اذا المشرکین والمنافقین : ۱۷۹۵۔

❷ سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء۔ حدیث صحیح هے۔صحیح نسائی :۳٦۸۰، ۳٦۸۱ ۔ مشکوه بتحقیق البانی : ۵۲٦۱۔ اس حدیث کو امام احمد ابن حنبل رحمة الله علیه نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا هے۔

سجا ہے، تلواروں کی جھنکاریں ہیں۔ کفار کی طرف سے اسلحہ کی نمائش ہے۔ شراب وشباب کا زور ہے۔ اپنی بہادری اور قریش کی سرداری کے نغمے ہیں، نخوت وتکبر ہے مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ نہ ذہنی طور پر تیار، نہ سامان حرب وضرب موجود اور اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا:

﴿ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ ﴾ [الانفال: ٦]

''مسلمان سمجھتے تھے گویا انہیں موت کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔''

سخت گھبراہٹ، سخت پریشانی کا منظر ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ساری رات ہی رب کے سامنے سجدہ ریزی اور دعا والتجا میں گزر رہی ہے حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا:

((يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَاِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [انفال: ٨] [1]

''اے اللہ کے نبی! بس آپ کی اتنی دعا کافی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، جو آپ سے کیا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جب آپ ﷺ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، اس نے اس فریاد کو قبول کر لیا اور کہہ دیا۔ بے شک تمہاری مدد ایک ہزار یکے بعد دیگرے نازل ہونے والے فرشتوں سے کر رہا ہوں۔''

اور یہ فتح مکہ کا موقع ہے۔ وہ مکہ جہاں سے آپ نکلے تو تنہا تھے، واپس آئے تو ہزاروں کا لشکر ساتھ تھا۔ نکلے تو مغلوب تھے، واپس آئے تو غالب تھے۔ اللہ اکبر! آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو رہے تھے اور آپ کا سر مبارک اپنی اونٹنی پر سواری کی حالت میں بھی اپنے رب کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے۔ سجدہ ریز ہے۔ واقعی آپ نے سچ فرمایا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔ فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الامداد بالملائکة فی غزوة بدر واباحة الغنائم: ١٧٦٣۔

((یَا بِلَالُ! اَقِمِ الصَّلٰوۃَ فَاَرِحْنَا بِھَا)) ①

''بلال اٹھو، اقامت کہو اور نماز کی وجہ سے ہمیں راحت پہنچاؤ''

چاند کو گرہن لگا۔ لوگ گھبرا گئے، گھبراہٹ کا علاج کیا؟ صلوۃ الخسوف پڑھ لی......

پریشانی آئی صلوۃ الحاجت کا نسخہ ہے۔ ②

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی صلوۃ العتمۃ۔ سند صحیح ھے۔صحیح ابوداؤد : ٤١٧١، ٤١٧٢ اور مشکوۃ بتحقیق الالبانی : ١٢٥٣۔

"نماز حاجت"

❷ اس بارے میں جو حدیث دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ھے وہ صحیح سند سے ثابت نھیں۔ وہ ترمذی اور ابن ماجه میں حدیث آتی ھے۔ سیدنا عبد الله بن ابی اوفی رضی الله عنه فرماتے ھیں : رسول الله صلی الله علیه و سلم ھمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا :

((من کانت له الی الله حاجةٌ او الی احد من بنی آدم فلیتوضا ولیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین لیثن علی الله ولیصل علی النبی ثم لیقل : لا اله الا الله الحلیم الکریم، سبحان الله رب العرش العظیم، الحمد لله رب العالمین۔ اللھم! انی اسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم اسئلك الا تدع لی ذنبا الا غفرته ولا ھما الا فرجته ولا حاجة ھی لك رضا الا قضیتھا لی یا ارحم الراحمین! ثم یسال الله من امر الدنیا والآخرة ما شاء فانه یقدر))

(سنن ترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی صلوۃ الحاجة، سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلوۃ والسنة فیھا، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجة)

" جس شخص کو الله تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ھو یا کسی بندے سے کوئی کام ھو تو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر الله تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔ بعد ازاں رسول الله صلی الله علیه وسلم پر درود بھیجے۔ پھر یه دعا پڑھے: الله تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نھیں، وہ بڑا بردبار ھے، الله تعالیٰ ھر عیب ونقص سے پاك ھے، عرش عظیم کا مالك ھے، میرے الله! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ھوں، تجھ سے بخشش کا سامان مانگتا ھوں، ھر نیکی سے حصه مانگتا ھوں، گناہ سے سلامتی کا طلب گار ھوں، میرے الله! میرے ھر گناہ کو بخش دے، میری ھر پریشانی کو دور کر دے اور میری ھر وہ ضرورت جس میں تیری رضا شامل ھو اس کو پورا کردے۔ اے ارحم الراحمین!"

امام ترمذی رحمة الله علیه فرماتے ھیں : یه حدیث غریب ھے اور اس کی سند میں گڑ بڑ

ہے۔ فائد بن عبدالرحمن راوی، حدیث کے معاملہ میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہی فائد ہے جس کی کنیت ابو الورقاء ہے۔ شیخ البانی فرماتے ہیں :

" بلکہ وہ تو بہت ہی زیادہ ضعیف ہے"

امام حاکم اس کے بارے میں کہتے ہیں :

"وہ ابن ابی اوفی سے من گھڑت روایات بیان کیا کرتا تھا"

(یہ حدیث ضعیف ہے ۔ ضعیف ترمذی : ۷۳۔ ضعیف ابن ماجہ: ۲۹۳۔ مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی : ۱۳۲۷ اور ضعیف جامع الصغیر : ۵۸۰۹)

نماز حاجت کی یہ مذکورہ تمام ترتیب کہ پہلے وضو ہو، پھر دو رکعتیں ہوں، پھر ثنا ہو، پھر درود ہو، پھر مذکورہ دعا ہو۔ بعد ازاں اپنی حاجت کا تذکرہ ہو۔ اس ترتیب سے جو نماز حاجت عوام الناس میں معروف ہے۔ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

البتہ اگر کوئی وضو کر کے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھے تو وہ نماز کے دوران حالت تشہد یا رکوع وسجود میں یا نماز کے بعد کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر ضرور اس کی دعا کو پورا کرتے ہیں۔ نماز استخارہ بھی اسی طرح کی ایک صورت ہے جو صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((توضا فاسبغ الوضوء ثم صلی رکعتین یتمھما))

(مسند احمد وسندہ صحیح ،فتح الربانی)

"جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اچھے طریقے سے دو رکعتیں پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اس کا سوال پورا کرتے ہیں۔"

جب کوئی شخص اچھی طرح کیے ہوئے وضو کے ساتھ اچھی طرح نماز سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے بلکہ اسی روایت کی ایک سند (فتح الربانی : ۱۔ ۳۱۴) میں نماز کے بعد استغفار کی صراحت بھی ہے لہذا اس حدیث سے مروجہ نماز حاجت کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہو رہا۔(واللہ اعلم)

☆ صلوۃ الحاجت والی مذکورہ حدیث ضعیف ہونے سے نفس مسئلہ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ جیسا کہ محترم محشی نے اگلے جملوں میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

(ابو عبد الرب)

ہے...... اور کفار کی طرف سے جنگ کا خطرہ، ان کی شرارتیں اور فتنے ہیں تو قنوت نازلہ [1] کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَ لَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [الرعد : ۲۸]

''سنو اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

اسلام نے سکون واطمینان کا جو تصور دیا ہے، وہ اللہ سے تقرب اور تعلق کا تو تصور ہے۔ جتنا انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، اتنی ہی پریشانیاں اور گھبراہٹیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری طبیعت اور فطرت ایسی بنائی ہے کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہیں تو درست، نہ کریں تو خراب۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهِ اَوْ یُنَصِّرَانِهِ اَوْ یُمَجِّسَانِهِ)) [2]

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''

یعنی اصل اسلام ہے۔ جب اللہ نے ہمیں پیدا ہی اس لیے کیا کہ ہم اس کی عبادت کریں۔

---

1. قنوت نازلہ کی دعا ہر فرض نماز میں باجماعت آخری رکوع کے بعد کی جاتی ہے۔ امام دعا کرتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ الحمد للہ مجاہدین اس سنت پر عمل پیرا ہیں۔ خصوصا جہادی معسکرات اور جبہات پر اس سنت کی اصل شان ملاحظہ کی جاسکتی ہے پیچھے رہنے والے اہل اسلام کو بھی اپنے مجاہد بھائیوں کی فتح وکامرانی اور کفار کی ذلت وشکست کے لیے اس سنت کو اپنی مساجد میں جاری فرمانا چاہیے۔ (ابو عبد الرب)
2. صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی "کل مولود علی الفطرۃ"وحکم موتِ اطفال الکفار واطفال المسلمین: ۲۶۵۸۔ صحیح بخاری:۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۳۱۹، ۴۴۹۷، ۶۲۲۶۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

تو پھر اس فاطر السماوات والارض نے تخلیق اسی فطرت کے مطابق کی ہے۔ یہی مفہوم ہے:

﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ [الروم : ٣٠]

''اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی ممکن نہیں اور یہی سیدھا دین ہے''

اب جب انسان گناہ اور نافرمانی کرتا ہے تو اس کی طبیعت میں وحشت، بے چینی اور نفور پیدا ہوتا ہے۔ جتنا اللہ سے دور ہوتا ہے اتنا پریشان ہوتا ہے۔ نتیجتاً بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سو آج آپ سنتے ہیں۔ میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ میاں بھی اچھے ہیں۔ کاروبار بھی ٹھیک ہے۔ پھر پتا نہیں مجھے کیا ہے؟ بس پریشان رہتی ہیں۔ وجہ بھی کوئی نہیں۔ بس مجھے ڈیپریشن بہت رہتی ہے۔ بس میرا وہم نہیں نکلتا۔ یہ کیا ہے؟ محض اللہ سے دوری۔ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے طبیعتوں میں بے قراری ہے، طبیعت اطاعت وتسلیم چاہتی ہے۔ ہم اسے کرنے نہیں دیتے۔

آج کل کئی نفسیاتی بیماریاں ہیں وہم، وسواس، ٹینشن، ڈپریشن، بوریت، بے خوابی اور بہت کچھ۔ آج کل میڈیکل کی جدید تحقیق تو یہاں تک کہہ رہی ہے کہ آپ کی جسمانی بیماریاں بھی دراصل اللہ سے دوری کی وجہ سے ہیں۔

☆ ہائی بلڈ پریشر اور ٹینشن کے مریضوں کا علاج طویل سجدہ تجویز کیا جا رہا ہے۔

☆ فضائی پولوشن سے نئی نسل کو بچانے کے لیے پردہ کی افادیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔

☆ اسلام کے معاشرتی آداب اور نماز کو ایڈز سے بچاؤ کا ذریعہ مانا جا رہا ہے۔

میں دعوی سے کہتی ہوں کہ نفسیاتی بیماریاں جس قدر ہیں وہ محض بے دینی کی وجہ سے ہیں۔ شاید کوئی اور سبب بھی ہو، مگر اصل چیز یہی ہے اور ہم لوگوں کی جہالت کا حال یہ ہے کہ نہ ہمیں بیماری کا علم نہ علاج کا۔ جس سبب سے بیمار ہوئے، وہ تھی تعلق باللہ کی کمی اور علاج تھا تقرب الٰہی۔ مگر ہم نے علاج ڈھونڈا تو پھر یہ سستی تفریح ٹی وی ہی نظر آیا....؎

کتنے سادہ ہیں میر بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

بالکل اس منشیات کے عادی کی طرح، جس کی تمام بیماریوں کا سبب نشہ ہے لیکن تکلیف زیادہ ہوتی ہے تو پھر باؤلے کتے کی طرح وہ اپنے نشے ہی کی طرف لپکتا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی دعا دیکھئے:

((اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تَهُوْنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا)) [1]

''اے اللہ! تو ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ دے دے جس سے تو ہمارے اور نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے، اپنی فرمانبرداری کا اتنا حصہ دے دے جس سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے اور یقین وایمان کا اتنا حصہ دے جس سے تو ہمارے اوپر دنیا کی مصیبتوں کو سہنا آسان کر دے۔ (یعنی مصائب کا علاج ایمان اور یقین ہے) جب تک

[1] سنن ترمذی، ابواب الدعوات، باب عقد التسبیح بالید، باب منہ۔ حدیث حسن درجے کی ھے۔ صحیح ترمذی : ۲۷۸۳ ۔ مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی : ۲۴۹۲۔

تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں سے، ہماری آنکھوں سے اور ہماری طاقت وقوت سے ہمیں نفع پہنچا اوراس فائدے کو ہمارا وارث (مرنے کے بعد ہماری یادگار) بنادے۔ جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے عداوت رکھے اس پر ہماری مدد فرما۔تو ہمیں دین کے بارے مصیبت میں نہ ڈال۔تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد، ہمارے علم کی منزل مقصود اور ہماری رغبت کی آخری حد نہ بنا،تو ان لوگوں کو ہم پر حکمران نہ بنا جو ہم پر ترس نہ کھائیں۔''

اسلامی تفریح میں جہادی ٹریننگ کا کردار:

یہ ٹی وی کیسی تفریح ہے جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہے جس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ جو بھائی ہے دراصل بھائی نہیں، جو باپ ہے فی الحقیقت باپ نہیں اور سب سے بڑھ کر جو شوہر ہے وہ اصل شوہر نہیں۔ جو کھیل دکھائے جا رہے ہیں، کس قدر بے مقصد ہیں۔ پانچ دن میچ رہا۔ دونوں ملکوں کے کروڑوں لگ گئے۔ ساری قوم کو کرکٹ فوبیا ہو گیا اور نتیجہ کیا ''میچ ڈرا'' ہو گیا۔

اسلام نے ''جہادی'' کھیل سکھلائے۔کھیل کا کھیل رہے اور کفار کی نیندیں حرام رہیں۔گھڑ سواری، نیزہ بازی کو مومن کے کھیل قرار دیا۔

یہ شہسوار چلا آرہا ہے۔ دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ایک جلال ہے، ایک وقار ہے، قوت کا اظہار ہے اور گھڑ سواری کرنے والے جانتے ہیں کہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھنا کس قدر ہمت و دلیری کا کام ہے۔سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا:

((مَنْ عَلِمَ الرَّمْیَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى)) [1]

''جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اس کو چھوڑ دیا، وہ ہم میں سے نہیں یا آپ نے

[1] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث عليه وذم من علمه ثم نسيه : ۱۹۱۹۔

فرمایا اس نے نافرمانی کی“

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے لوگوں کے پاس سے گزرے۔ وہ آپس میں تیراندازی کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ! فَاِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا، اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَ بَنِیْ فُلَانٍ، فَاَمْسَکَ اَحَدُ الْفَرِیْقَیْنِ بِاَیْدِیْھِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَالَکُمْ لَا تَرْمُوْنَ؟ قَالُوْا : کَیْفَ نَرْمِیْ وَاَنْتَ مَعَھُمْ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِرْمُوْا فَاَنَا مَعَکُمْ کُلِّکُمْ)) ①

”تیراندازی کرو، اے اولاد اسماعیل! تمہارا باپ تیرانداز تھا، تیراندازی کرو۔ میں دونوں فریقوں میں سے بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم کیسے تیراندازی کریں آپ m تو فلاں کے ساتھ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھا! تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((کُلُّ شَیْءٍ مَا یَلْھُوْ بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْیَةٌ بِقَوْسِهِ، وَتَادِیْبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَاَتَهُ)) ②

”ہر وہ چیز جس کے ساتھ کوئی مسلمان آدمی کھیل کود کرتا ہے وہ باطل ہے۔ سوائے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب التحریض علی الرمی : ۲۷٤۳، ۳۱۹۳، ۳۳۱٦۔

❷ ابن ماجة، کتاب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله۔ حدیث صحیح هے، صحیح ابن ماجه : ۳۱٥۔ اور سلسله احادیث الصحیحة : ۳۱٥ ۔ اس حدیث کو امام نسائی نے سنن نسائی ”کتاب عشرة النساء“ میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو نعیم نے ”احادیث ابی القاسم الاصم“میں بھی روایت کیا هے ۔

تین چیزوں کے (۱) تیر اندازی (۲) گھڑ سواری (۳) اپنی بیوی سے کھیلنا (نسائی کی روایت میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ چوتھی چیز تیراکی ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ)) [1]

''کافروں کے لیے جس قدر ہو تم طاقت، قوت تیار کرو۔ خبردار! قوت تیراندازی میں ہے۔ خبردار! قوت تیراندازی میں ہے۔ خبردار! قوت تیراندازی میں ہے۔''

آخر معلوم ہونا چاہیے کہ ہم جو مسلمان ہیں، ہم سب سے اسلام طلب کیا کرتا ہے؟ اسلام کا اپنا مزاج کیا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴾ [الفتح: ۲۸]

''(اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دنیا پر غالب کر دے اور گواہی کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔''

یہ دین...... جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامِ ﴾ [آل عمران: ۱۹]

''بلاشبہ معتبر دین اب اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔''

اسلام آیا ہی غالب وسرفراز رہنے کے لیے ہے۔ یہ پھر اپنے پیروکاروں کی ایسی تربیت کیوں نہ کرے کہ وہ جہاں بھی ہوں، جو بھی کر رہے ہوں، جہاد کا وقت آ جائے تو کوئی پریشانی نہ ہو، ان کو اپنے معمولات سے ہٹ کر یہ ''جہاد'' کوئی انوکھی حرکت نہ لگے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه: ۱۹۱۷۔

بلکہ ''جہاد'' ان کے مزاج کا حصہ ہو۔

جیسے کرکٹر بننے کے لیے نونہالان قوم کو کسی تردد کی ضرورت نہیں۔ بالکل ایسے مجاہد بننا ان کے لیے کوئی عجیب بات نہ ہو۔ جہاد ان کی تربیت میں رچ بس جائے۔ وہ سکول کالج میں ہیں تو مجاہد، دکان پر ہیں تو مجاہد، سروس کر رہے ہیں تو مجاہد۔ یعنی ''مجاہد'' بننا کوئی اسلام سے الگ حرکت نہیں جیسے وہ مسلمان ہیں، ہر کام کرتے ہوئے ان کی مسلمانی ان کے پاس ہے، ایسے ہی ہر کام کرتے ہوئے ان کا جہاد ان کے ساتھ اور ان کے مزاج کا حصہ ہو۔

دراصل آج جہاد ہمارے لیے ''ھوّا'' بھی اسی لیے بنا ہوا ہے کہ ہماری تربیت خالصتاً اساتذہ کی رہین منت ہے اور اس نے ''جہاد'' کو دہشت گردی قرار دے کر ہمیں اس سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ جہاد کے نام سے جن کی جان نکلتی ہے وہ اپنے پروردہ لوگوں کو محض تہذیب وشائستگی ہی سکھلاتے ہیں، جس کا مؤثر ترین اور بہترین ذریعہ ٹی وی ہے۔

یہ سستی تفریح تو بذات خود بہت بڑی پریشانی ہے۔ ایک صحابی طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے شراب کے بارے میں سوال کیا: ''کیا میں بطور دوا بنالیا کروں؟'' فرمایا:

((لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ)) [1]

''یہ بیماری ہے شفا نہیں''

یہی حال ٹی وی کا ہے کہ خود بیماری، نظر کی کمزوری، کانوں کا بہرہ پن، اعصابی تناؤ، دماغی ہیجان کا باعث ہے، لوگ کہتے ہیں: ٹی وی کیا ٹی بی کیا؟ دیکھیں اخباری رپورٹ

1. صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب تحریم بالخمر۔ : ١٩٨٤۔ اس حدیث کو امام ابودائود رحمة الله علیه نے سنن ابوداؤد کی کتاب الطب : باب فی الادویة المکروهة میں بھی روایت هے۔ صحیح ابوداؤد : ٣٢٨١ ۔ علاوہ ازیں اس کو امام ابن ماجه رحمة الله علیه نے بھی روایت کیا هے۔ صحیح ابن ماجه : ٢٨٢٠ ۔

برطانوی اخبار کے حوالے سے: ''ٹی وی دیکھنے والے بچے نہ دیکھنے والے بچوں کی نسبت زیادہ غصیلے، زیادہ بدتمیز اور زیادہ جھگڑالو ہوتے ہیں''

لوگ پریشانیوں کی وجہ سے پھر نیند کی گولیاں استعمال کرنے لگ جاتے ہیں تا کہ سکون ملے مگر سکون سے پھر بھی محروم ہی رہتے ہیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اصل میں ہماری روح کو علاج کی ضرورت ہے اور ان کا علاج گناہ چھوڑنے اور نیکیاں کو اختیار کرنے میں ہے۔

مومن کبھی خودکشی نہیں کرتا، اسے پتا ہے اللہ تعالیٰ سے میں دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ میری مشکلات دور کرے گا۔ اس کا اللہ پر یقین ہوتا ہے اللہ جو ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ بڑھ کر پیار کرتا ہے۔

بہر حال یہ ٹی وی ہے جسے سستی تفریح کہا جاتا ہے غور کیا جائے تو بذات خود یہ بہت بڑی پریشانی اور بے سکونی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ [النجم: ٥٩-٦١]

''کیا تم اس بات (قرآن) سے تعجب کرتے ہو، ہنستے ہو، روتے نہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں مذکورہ لفظ ''سمد'' سے مراد غنا ہی لیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَوَ اللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول الله تعالی : "لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا و لبكيتم كثيرا" : ٦١٢٠، ٦١٢١، ٦٢٦١،٤٣٤٥، ٦٨٦٥۔صحیح مسلم، کتاب الفضائل : "باب توقيره و ترك اكثار سواله عما لا ضرورة اليه او لا يتعلق به تكليف وما لا يقع ونحو ذالك" : ٢٣٥٩۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب الزھد، باب ما جاء ←

''اللہ کی قسم! اگر تمہیں (آخرت اور جزا وسزا کے بارے میں) وہ کچھ پتا چل جائے جو مجھے معلوم ہے تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔''

قارئین کرام! ہر انسان اپنی سوچ وفکر میں آزاد ہے۔ اسے اچھی یا بری رائے رکھنے کا حق ہے کوئی کسی کی آراء یا سوچ کا پابند نہیں۔ مگر بحیثیت مسلمان جس موضوع پر اسے قرآن وسنت سے دلائل و براہین حاصل ہو جائیں، حق یہ بنتا ہے کہ جس طرف دلائل وبراہین رہنمائی کریں وہ ادھر ہی چلے، وہی سوچ اور وہی فکر اپنائے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق حالات وواقعات سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث سے رہنمائی لینے کی کوشش کی ہے کہ یہ ٹی وی دور حاضر میں جس کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاتا، شرعًا ہمارے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ دیانتداری سے جو بات میری عقل میں آئی ہے میں نے اسے ادا کر دیا ہے۔

آپ بھی غور کریں! اللہ کرے بات آپ کی سمجھ میں آجائے، ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا فَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ)) [1]

وقتی شغل میلے اور ہنسی مذاق کی بجائے اللہ تعالیٰ ہمیں سنجیدگی، متانت اور دور رس نظر عطا کرے، جو ہمارے لیے نہ صرف دنیاوی کامیابی کا سبب ہو بلکہ اخروی فلاح کا بھی باعث ہو۔

فی قول النبی صلی اللہ وعلیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ۔ میں بھی روایت کیا ھے : ۱۸۸۲۔ نیز اس کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ھے : ۴۱۹۰۔

[1] المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۔ ۲: ۳۶۶، موسوعة اطراف الحدیث النبوی : ۲۔ ۱۷۰۔

الحمد لله الذی تتم الصالحات ①

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہی ہیں، جس کی نعمت سے اچھے اچھے کام پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

❶ ان کلمات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امام حاکم۔ ١ : ٤٩٩ نے اور ابن سنی نے "عمل الیوم واللیلة" میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام حاکم نے اس کو روایت کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع ۔ ٤ : ٢٠١۔